ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت
www.tanzeem.org
23
20 تا 26 رمضان المبارک 1439ھ / 5 تا 11 جون 2018ء

اس شمارے میں

فاٹا میں پائیدار امن نفاذِ اسلام سے مشروط ہے
روزہ اور قرآن کا باہمی تعلق
مطالعۂ کلامِ اقبال (73)
یہ ترقی ہمیں کس موڑ پہ لے آئی ہے!
صرف بھوکے پیاسے رہنے کا نام روزہ نہیں!
قرآن، رمضان اور ہم
یثرب کی ویرانی
وومن ایمپاورمنٹ؟
اعتکاف کیا ہے؟

صیام وقیامِ رمضان

صیام وقیامِ رمضان کی اصلی غایت وحکمت اور ان کا اصل ہدف ومقصود ایک جملے میں اس طرح سمویا جاسکتا ہے کہ — ایک طرف روزہ انسان کے جسدِ حیوانی کے ضعف واضمحلال کا سبب بنے تاکہ رُوحِ انسانی کے پاؤں میں پڑی ہوئی بیڑیاں کچھ ہلکی ہوں اور بہیمیت کے بھاری بوجھ تلے دبی ہوئی اور سسکتی اور کراہتی ہوئی رُوح کو سانس لینے کا موقع ملے — اور دوسری طرف قیامُ اللیل میں کلامِ ربانی کا روح پرور نزول اُس کے تغذیہ وتقویت کا سبب بنے — تاکہ ایک جانب اس پر کلامِ الٰہی کی عظمت کماحقہٗ منکشف ہوجائے اور وہ اچھی طرح محسوس کرلے کہ یہی اُس کی بھوک کو سیری اور پیاس کو آسودگی عطا کرنے کا ذریعہ اور اُس کے دُکھ کا علاج اور درد کا درماں ہے! — اور دوسری جانب رُوحِ انسانی ازسرِ نو قوی اور توانا ہوکر ”اپنے مرکز کی طرف مائل پرواز“ ہو۔ گویا اس میں تقربّ الی اللہ کا داعیہ شدّت سے بیدار ہوجائے اور وہ مشغول دعا و مناجات ہو جو اصل روح ہے عبادت کی اور لُبِّ لُباب ہے رُشد وہدایت کا!

الغرض! صیام وقیامِ رمضان کا اصل مقصود یہ ہے کہ رُوحِ انسانی بہیمیت کے غلبے اور تسلط سے نجات پاکر گویا حیاتِ تازہ حاصل کرے اور پوری شدت وقوت اور کمالِ ذوق وشوق کے ساتھ اپنے رب کی جانب متوجہ ہوجائے!

ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حضرت ہارون علیہ السلام اور سامری کو ڈانٹ

سُورۃُ طٰہٰ | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیات: 94 تا 96

قَالَ یَبۡنَؤُمَّ لَا تَاۡخُذۡ بِلِحۡیَتِیۡ وَلَا بِرَاۡسِیۡ ۚ اِنِّیۡ خَشِیۡتُ اَنۡ تَقُوۡلَ فَرَّقۡتَ بَیۡنَ بَنِیۡۤ
اِسۡرَآءِیۡلَ وَلَمۡ تَرۡقُبۡ قَوۡلِیۡ ﴿۹۴﴾ قَالَ فَمَا خَطۡبُکَ یٰسَامِرِیُّ ﴿۹۵﴾ قَالَ بَصُرۡتُ بِمَا لَمۡ
یَبۡصُرُوۡا بِہٖ فَقَبَضۡتُ قَبۡضَۃً مِّنۡ اَثَرِ الرَّسُوۡلِ فَنَبَذۡتُہَا وَکَذٰلِکَ سَوَّلَتۡ لِیۡ نَفۡسِیۡ ﴿۹۶﴾

آیت ۹۴ ﴿قَالَ یَبۡنَؤُمَّ لَا تَاۡخُذۡ بِلِحۡیَتِیۡ وَلَا بِرَاۡسِیۡ ۚ﴾ ''ہارونؑ نے کہا: اے میری ماں کے بیٹے! آپؑ (اس طرح) میری ڈاڑھی اور میرے سر (کے بالوں) کو مت کھینچیں!''

﴿اِنِّیۡ خَشِیۡتُ اَنۡ تَقُوۡلَ فَرَّقۡتَ بَیۡنَ بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ﴾ ''مجھے تو یہ اندیشہ تھا کہ آپؑ یہ نہ کہیں کہ تم نے بنی اسرائیل میں تفریق پیدا کر دی''

کہ تم نے ان کو تقسیم کر کے ان کے اتحاد کو پارہ پارہ کر دیا۔

﴿وَلَمۡ تَرۡقُبۡ قَوۡلِیۡ ﴿۹۴﴾﴾ ''اور میری بات یاد نہ رکھی۔''

حضرت ہارون علیہ السلام سے باز پرس کرنے کے بعد اب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سامری سے جواب طلب کیا۔

آیت ۹۵ ﴿قَالَ فَمَا خَطۡبُکَ یٰسَامِرِیُّ ﴿۹۵﴾﴾ ''موسیٰؑ نے کہا: اے سامری! تمہارا کیا معاملہ ہے؟''

آیت ۹۶ ﴿قَالَ بَصُرۡتُ بِمَا لَمۡ یَبۡصُرُوۡا بِہٖ﴾ ''اُس نے کہا کہ میں نے (ایک ایسی چیز) دیکھی تھی جو انہوں نے نہیں دیکھی''

﴿فَقَبَضۡتُ قَبۡضَۃً مِّنۡ اَثَرِ الرَّسُوۡلِ فَنَبَذۡتُہَا﴾ ''تو میں نے لے لی ایک مٹھی (مٹی کی) رسول کے نقش پا سے' تو وہ میں نے (اس میں) پھینک دی''

﴿وَکَذٰلِکَ سَوَّلَتۡ لِیۡ نَفۡسِیۡ ﴿۹۶﴾﴾ ''اور اسی طرح میرے نفس نے یہ راستہ مجھے بتایا۔''

رسول سے مراد یہاں حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں۔ حضرت جبرائیلؑ کہیں حضرت موسیٰؑ کے پاس آئے تھے تو سامری نے انہیں دیکھ لیا۔ سامری چونکہ راہب تھا' وہ روحانی اور نفسیاتی نوعیت کے مجاہدے بھی کرتا رہتا تھا۔ اس لیے حضرت جبرائیلؑ کسی اور کو تو نظر نہ آئے مگر اسے نظر آ گئے۔ زمین پر جہاں آپؑ کا قدم پڑ رہا تھا وہاں سے اس نے کچھ مٹی اٹھا لی۔ یہی مٹی اس نے اس بھٹی میں ڈال دی جس میں وہ بچھڑا تیار کرنے کے لیے زیورات کو پگھلا رہا تھا۔ یوں حضرت روح الامینؑ کے قدموں کی مٹی کی تاثیر سے اس بچھڑے سے وہ آواز آنے لگی۔ یہ گویا اس معاملے کے بارے میں سامری کی وضاحت ہے۔

فرمان نبویؐ

دعوت الی اللہ کی راہ میں شدید مشکلات

عَنۡ اَنَسِ ابۡنِ مَالِکٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ: ((لَقَدۡ اُخِفۡتُ فِی اللّٰہِ وَمَا یُخَافُ اَحَدٌ وَلَقَدۡ اُوۡذِیۡتُ فِی اللّٰہِ وَمَا یُؤۡذٰی اَحَدٌ، وَلَقَدۡ اَتَتۡ عَلَیَّ ثَلَاثُوۡنَ مِنۡ بَیۡنِ یَوۡمٍ وَّلَیۡلَۃٍ وَّمَا لِیۡ وَلِبِلَالٍ طَعَامٌ یَّاۡکُلُہٗ ذُوۡ کَبِدٍ اِلَّا شَیۡءٌ یُّوَارِیۡہِ اِبۡطُ بِلَالٍ)) [مسند احمد]

حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں اللہ کی راہ میں ڈرایا اور ستایا گیا ہوں۔ میری طرح نہ کسی کو ڈرایا گیا ہے اور نہ ستایا گیا ہے۔ مجھ پر مسلسل تیس دن ایسے بھی گزرے ہیں کہ اس عرصہ میں میرے اور بلال کے لیے ایسی خوراک نہ تھی جسے کوئی جاندار کھا سکے' سوائے اس تھوڑی سی چیز کے جو بلال نے اپنے بغل میں چھپا رکھی تھی۔''

تشریح: کفارِ مکہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوتِ حق سے روکنے کے لیے جان سے مار دینے کی دھمکی دی' سخت ترین سزاؤں سے آپؐ کو خوف زدہ کرنے کی کوشش کی اور جسمانی تکلیفیں بھی دیں۔ وہ آپؐ کے خلاف ہر قسم کے ہتھکنڈے استعمال کرتے رہے' اس طرح کے سنگین حالات سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی دوسرا داعیٔ حق دوچار نہیں ہوا۔ مگر آپؐ نے یہ سب کچھ رضائے الٰہی کے لیے صبر و تحمل سے برداشت کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

فاٹا میں پائیدار امن نفاذِ اسلام سے مشروط ہے

وفاق کے زیرِ انتظام قبائلی علاقہ جات میں اصلاحات کا جو منصوبہ حکومت نے 2 مارچ 2017ء کو منظور کیا تھا اس کے تحت ان علاقوں کے صوبہ خیبر پختونخوا میں انضمام کے لیے قومی اسمبلی نے 31 ویں آئینی ترمیم منظور کر لی ہے اور سینٹ نے بھی اسے دو تہائی اکثریت کے ساتھ پاس کر دیا ہے۔ اس کے بعد صوبہ خیبر پختونخوا اسمبلی نے بھی فاٹا بل کے نام سے اس کی توثیق کر دی ہے۔ اس بل کے مطابق قبائلی علاقہ جات اب باقاعدہ طور پر صوبہ خیبر پختونخوا کا حصہ ہوں گے۔ فاٹا میں موجودہ قانونی ڈھانچے FCR کو ختم کر کے پشاور ہائیکورٹ اور پاکستان کی سپریم کورٹ کا دائرہ کار قبائلی علاقوں تک وسیع کر دیا جائے گا۔ ملک میں رائج قوانین پر فاٹا میں عمل درآمد ممکن ہو سکے گا۔ ملک کے دیگر علاقوں کی طرح فاٹا میں بھی سول سروس کا ڈھانچہ ترتیب دیا جائے گا۔ تعمیرات اور بحالی کے کام کے لیے 10 سال کے لیے 100 ارب روپے مختص کیے جائیں گے۔ اس کے علاوہ نیشنل فنانس کمیشن کے تحت فاٹا کے لیے ہر سال تین فیصد فنڈز ڈی ویزیبل پول سے جاری کیے جائیں گے اور کوئی بھی حکومت اس رقم کو کم یا ختم نہیں کر پائے گی۔ یہ رقم فاٹا میں تعمیرِ نو کے علاوہ وہاں معاشی سرگرمیوں کے لیے بھی استعمال کی جائے گی۔ ان میں قبائلی علاقوں میں مارکیٹس اور دیگر معاشی انفراسٹرکچر کی تعمیر بھی شامل ہے۔ اس کے علاوہ ان علاقوں میں عام اشیاء کی قیمتیں کم کرنے کے لیے وہاں نافذ راہ داری یا پرمٹ کا نظام ختم کیا جائے گا۔ فاٹا میں ترقیاتی منصوبے شروع کیے جائیں گے۔ سب سے اہم بات یہ کہ اب فاٹا کے عوام براہ راست قومی سیاسی دھارے میں شامل ہوں گے۔ عام انتخابات 2018ء کے فوراً بعد وہاں جماعتی بنیادوں پر بلدیاتی انتخابات کروائے جائیں گے جبکہ اب تک کی اطلاعات کے مطابق ایک سال کے اندر فاٹا میں صوبائی اسمبلی کے انتخابات ہوں گے۔ جس کے بعد قبائلی علاقوں کو صوبہ خیبر پختونخوا اسمبلی میں نمائندگی مل جائے گی اور 20 ارکان صوبائی اسمبلی میں قبائلی علاقوں کی نمائندگی کریں گے، اس کے علاوہ خواتین کے لیے چار اور اقلیتوں کے لیے ایک نشست مختص ہوگی۔

اس سے قبل فاٹا میں انگریزی دور کا کالا قانون FCR (فرنٹیئر کرائمز ریگولیشن) نافذ تھا اور اس کے تحت فاٹا کی سات ایجنسیوں کا انتظامی سربراہ پولیٹیکل ایجنٹ ہوتا تھا۔ فاٹا کا نیم خودمختار علاقہ 1890ء کی دہائی میں افغانستان اور برطانوی ہندوستان کے درمیان ایک بفرزون کے طور پر بنایا گیا تھا۔ آج قبائلی علاقوں کی 7 ایجنسیاں باجوڑ، مہمند، خیبر، کُرّم، اورکزئی، شمالی وزیرستان اور جنوبی وزیرستان ہیں جبکہ 6 سرحدی علاقے ہیں جو ایجنسیوں کو خیبر پختونخوا کے ضلعوں سے الگ کرتے ہیں۔ FCR میں وقتاً فوقتاً کئی ترامیم متعارف کرائی گئیں جس کے بعد 1887ء میں اس کو حتمی شکل ملی اور 1901ء میں لارڈ کرزن نے جب پنجاب کے اضلاع کو کاٹ کر شمال مغربی سرحدی صوبے کی بنیاد رکھی تو

ہفت روزہ لاہور

ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیمِ اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

20 تا 26 رمضان 1439ھ جلد 27
5 تا 11 جون 2018ء شمارہ 23

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیمِ اسلامی
"دارالاسلام" ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 79-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن، لاہور۔ 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک ...... 450 روپے
بیرونِ پاکستان
انڈیا ---------------- (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اس قانون کو NWFP FCR, 1901ء کے نام سے مسلط کیا گیا۔ قبائلی علاقوں کے عوام پورے برطانوی دور میں تعصب، نفرت، جبر و قہر اور امتیازی سلوک کا نشانہ بنے رہے، جہاں قتل، چوری اور ریاست مخالف اقدام، جائیداد کے تنازعات، خواتین اور مخالفین کی لڑائیوں پر تفتیش کے لیے بھی جبر و تشدد پر مبنی حربے اپنائے جاتے تھے۔ نو آبادیاتی منتظمین نے اپنی حکمرانی کو دوام بخشنے کے لیے کڑی سزائیں متعارف کرائیں جن کو آج کے دور میں انسانیت کے خلاف جرم سمجھا جاتا ہے مگر FCR انہی استبدادی رویوں کی علامت بنا رہا۔ اس کے تحت قبائل کی ناکہ بندی، جبری بے دخلیاں، گھروں کو مسمار کرنا، اچھا شہری بننے کے لیے باز پرس، امن خراب کرنے پر تین سال قید کی سزا، برطانوی ایجنٹ کے نامزد کردہ جرگے کی طرف سے دی جانے والی سزائیں، بغیر الزام کے حراست جیسے ظالمانہ ہتھکنڈے قبائلی عوام پر آزمائے جاتے رہے۔ اس کے علاوہ برطانوی راج نے اپنے حمایت یافتہ افراد جنہیں انگریزی سامراج نے مَلک کا خطاب دے رکھا تھا، کو یہ اختیار بھی دے رکھا تھا کہ وہ کسی بھی مشتبہ فرد کو جان سے مار سکتے ہیں۔

FCR کا سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ یہ صرف ایک شخص یعنی پولیٹیکل ایجنٹ کو بیک وقت تفتیش کار، جج، جیوری، وکیل، ثالث، منتظم اور قانون ساز کے اختیار دے دیتا ہے اور اس کا سب سے افسوسناک پہلو یہ کہ FCR جرگہ سسٹم کے فیصلوں کے خلاف اپیلوں کی اجازت نہیں دیتا۔ پولیٹیکل ایجنٹ اپنے اثر رسوخ اور اختیار کے بل بوتے پر جرگہ سسٹم کے تحت جس کے خلاف جو مرضی ہے۔ فرد جرم عائد کروادے اور جس کو جو چاہے سزا دے اسے روکنے ٹوکنے والا کوئی نہیں ہوتا۔ مثال کے طور پر ایف سی آر کی ایک شق کے مطابق کسی قبیلے کو غیر دوستانہ سمجھے جانے پر اُس قبیلے کے جتنے چاہے لوگوں کو حراست میں لیا جاسکتا ہے۔ افسران اُن کی جائیداد ضبط کرسکتے ہیں اور مستقل ضلعوں میں اُن کا داخلہ بند کرسکتے ہیں۔ ایک فرد کے کیے گئے جرم کا جرمانہ پوری برادری پر عائد کیا جاسکتا ہے۔ اگر کسی گاؤں کے قریب کوئی شخص زخمی یا مردہ حالت میں پایا گیا تو اُس گاؤں کی برادری کے افراد کو مجرم ٹھہرایا جائے گا۔ وہ سزا سے صرف اُس صورت میں بچ سکتے ہیں جب وہ یہ ثابت کردیں کہ اُنہیں اُس زخمی یا ہلاک شخص پر حملہ روکنے کا موقع نہیں ملا، یا پھر تب جب وہ حقیقی مجرم کو سامنے لے آئیں۔ پولیٹیکل ایجنٹ کے پاس گھروں اور تمام کے تمام دیہاتوں کو مٹا دینے اور افراد اور برادریوں کو معاشرے سے کاٹ دینے کا اختیار موجود ہے۔

پاکستان نے 1947ء میں یہ کالا قانون وراثت میں حاصل کیا اور تب سے لے کر آج تک فاٹا اِسی طرح چلایا جا رہا ہے جیسا کہ برطانوی کالونیل انتظامیہ اِسے چلایا کرتی تھی۔ انسانی حقوق کی آئینی گارنٹیوں کا یہاں اطلاق نہیں ہوتا۔ نیز فاٹا کئی سویلین اداروں مثلاً عدالت، ٹیکس، پولیس وغیرہ کے دائرہ کار سے بھی باہر ہے۔

1947ء میں قائداعظم محمد علی جناح نے قبائلی علاقوں کے شہریوں کو برابر کا شہری قرار دیا اور ان کے علاقوں سے فوج کو واپس بلا لیا۔ مگر 48-1947ء میں لاکھوں مہاجرین کی آمد، کشمیر کا مسئلہ اور نئی انتظامیہ کی وجہ سے قبائلی علاقوں کے لیے کوئی معاشی یا ترقیاتی منصوبہ فوری طور شروع نہیں کیا جا سکا۔ چنانچہ آزادی کے 70 سال بعد آج بھی فاٹا کے لیے الگ قوانین ایف سی آر کے تحت موجود ہیں۔ اختیارات صوبے کے گورنر کے پاس ہیں جنہیں وہ صدر پاکستان کے نمائندے کے طور پر استعمال کرتا ہے۔ وفاقی سطح پر کچھ اختیارات ریاستوں اور سرحدی امور کی وزارت کے پاس ہیں جو وزیر اعظم اور پارلیمنٹ کو جوابدہ ہے۔ فاٹا سیکرٹریٹ اور فاٹا ڈویلپمنٹ اتھارٹی جن کا قیام 2006ء میں عمل میں آیا وہ ایڈیشنل چیف سیکرٹری کے زیر نگرانی کام کرتے ہیں جو گورنر اور کے پی کے چیف سیکرٹری کے ماتحت ہے۔

فاٹا میں اصلاحات سے متعلق کمیٹی کی سفارشات اگست 2016ء میں مکمل ہوئیں۔ اب 31 ویں آئینی ترمیم کی توثیق اور فاٹا کے خیبر پختونخوا میں انضمام کے بعد اگرچہ اُمید یہی کی جا رہی ہے کہ فاٹا کے عوام کے ساتھ امتیازی سلوک کی روایت دم توڑتی نظر آئے گی اور وہاں کے عوام کو بھی وہ تمام بنیادی آئینی اور شہری حقوق حاصل ہوں گے جو تمام پاکستان کے شہریوں کو حاصل ہیں لیکن کیا اس سے فاٹا میں حقیقی اور پائیدار امن قائم ہو جائے گا اور بیرونی مداخلت کے دروازے بند ہو جائیں گے؟ یہ سوال اپنی جگہ موجود ہے۔ کیونکہ قبائلیوں کے مذہب کے ساتھ جنون کی حد تک لگاؤ اور ان کی مذہبی روایت اس بات کو اپیل کرتی ہیں کہ انہیں دیگر تمام آئینی حقوق کے ساتھ ساتھ مذہب کے مطابق زندگی گزارنے کا آئینی حق بھی دیا جائے۔ جیسا کہ ہمارے آئین میں بھی لکھا ہوا ہے کہ ریاست ہر مسلمان شہری کو قرآن وسنت کے مطابق زندگی گزانے کے اسباب مہیا کرے گی۔

قبائلیوں نے پاکستان کے ساتھ الحاق کیا ہی اسی بنیاد پر تھا کہ پاکستان اسلام کے نام پر بنا تھا۔ مگر 70 سال گزرنے کے بعد اسلام کے نفاذ کی طرف ذرا برابر پیش رفت نہیں ہوئی بلکہ ہمارے قدم ہمیشہ مخالف سمت میں ہی اُٹھتے چلے گئے اور یہی چیز قبائلیوں کی دل شکستگی اور بیرونی مداخلت کا باعث بنی۔ لہٰذا ہمارے نزدیک محض آئینی اصلاحات، ترقیاتی پیکجز اور کلچرل فیسٹیولز سے فاٹا میں امن قائم نہیں ہوگا اور نہ ہی فاٹا کے عوام مکمل طور پر قومی دھارے میں شامل ہوسکیں گے جب تک کہ قرآن وسنت کے نفاذ کی آئینی ضرورتوں کو بھی پورا نہ کیا جائے۔ سو فیصد امن اور ترقی کا واحد حل ایک ایسے معاشرے کا قیام ہے جو دینی تقاضوں سے ہم آہنگ ہو اور یہی چیز قبائل کی مذہبی روایات کو بھی اپیل کرتی ہے۔ اگر ایسا ہوگا تو بیرونی مداخلت کے تمام دروازے اپنے آپ بند ہو جائیں گے اور وہی قبائلی ایک بار پھر پاکستان کے ایسے محبّ وطن سپاہی بنیں گے کہ جن کے ہوتے ہوئے پاکستان کو مغربی بارڈر پر کسی فوج کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ ورنہ اس بنیادی حقیقت کو نظر انداز کرتے ہوئے اگر ترقیاتی اور ثقافتی پیکجز کے ذریعے قبائلیوں کی روایات کو بدلنے کی کوشش کی گئی تو خدانخواستہ اس کا اُلٹا اثر بھی ہوسکتا ہے جو نہ صرف فاٹا کے لیے بلکہ پورے پاکستان کے لیے خطرناک ہوگا۔ ❁❁❁

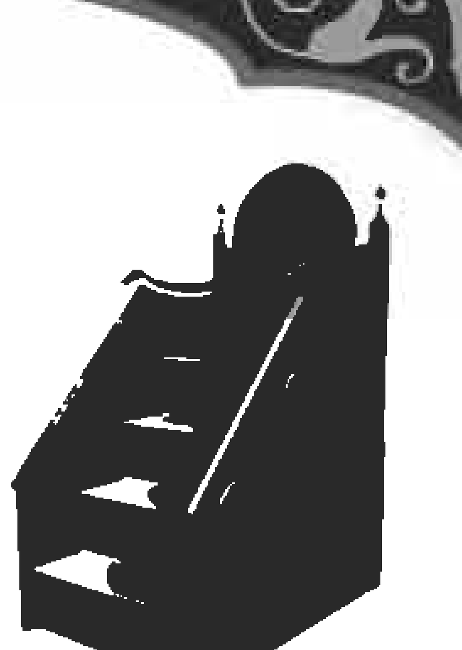

روزہ اور قرآن کا باہمی تعلق

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کے 25 مئی 2018ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

مرتب: ابو ابراہیم

محترم قارئین! رمضان المبارک کا مہینہ نیکیوں کا موسم بہار ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر یہ موسم بہار ہے اور اس سے کوئی فائدہ نہ اٹھائے تو اس سے بڑی محرومی کوئی نہیں ہوسکتی۔ فائدہ اٹھانے کے لیے ذہنی تیاری کی ضرورت ہوتی ہے اور اس کے لیے بہترین راہنمائی اللہ کے رسول ﷺ نے استقبال رمضان کے خطبے میں ہمیں عطا کردی ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ رمضان میں ہر نیکی کا ثواب عام دنوں کے مقابلے میں ستر گنا زیادہ ہوتا ہے لیکن خود روزے کا اجر کتنا ہے اس کا ذکر ایک حدیث مبارکہ میں ملتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ:

((كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ يُضَاعَفُ الْحَسَنَةُ عَشْرُ اَمْثَالِهَا اِلٰی سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اِلَّا الصَّوْمَ فَاِنَّهٗ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِهٖ يَدَعُ شَهْوَتَهٗ وَطَعَامَهٗ مِنْ اَجْلِیْ لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ فَرْحَةٌ عِنْدَ فِطْرِهٖ وَفَرْحَةٌ عِنْدَ لِقَاءِ رَبِّهٖ وَلَخُلُوْفُ فِيْهِ اَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِيْحِ الْمِسْكِ)) ’’آدمی کے ہر اچھے عمل کا ثواب دس گنا سے سات سو گنا تک بڑھایا جاتا ہے، مگر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ روزہ اس عام قانون سے مستثنیٰ اور بالاتر ہے۔ وہ (بندہ کی طرف سے) خاص میرے لیے ہے اور میں ہی (جس طرح چاہوں گا) اس کا اجر و ثواب دوں گا۔ میرا بندہ میری رضا کے واسطے اپنی خواہش نفس اور اپنا کھانا پینا چھوڑ دیتا ہے (پس میں خود ہی اپنی مرضی کے مطابق اس کی قربانی اور نفس کشی کا صلہ دوں گا)۔ روزہ دار کے لیے دو مسرتیں ہیں، ایک افطار کے وقت اور دوسری اپنے مالک و مولیٰ کی بارگاہ میں حضوری اور شرف باریابی کے وقت۔ اور روزے دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بھی بہتر ہے (یعنی انسانوں کے لیے مشک کی خوشبو جتنی اچھی اور پیاری ہے، اللہ کے ہاں روزے دار کے منہ کی بو اس سے بھی اچھی ہے)۔‘‘

یہ اللہ کا خاص فضل ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اگر کوئی شخص برائی کا ارتکاب کرے گا تو اس کو اتنی ہی سزا ملے گی جتنی اُس نے برائی کی ہوگی۔ یعنی سزا میں کوئی اضافہ نہیں ہوگا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا فضل اور رحمت ہے کہ نیکی کا اجر دس گنا ملے گا۔ لیکن بعض چیزیں ایسی ہیں کہ جن کا اجر سات سو گنا تک اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے۔ قرآن مجید میں سورۃ البقرۃ میں انفاق فی سبیل اللہ کے ضمن میں یہ بات آئی ہے کہ:

﴿مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ﴾ ’’مثال ان کی جو اپنے مال اللہ کی راہ میں (اللہ کے دین کے لیے) خرچ کرتے ہیں ایسے ہے جیسے ایک دانہ کہ اُس سے سات بالیاں (خوشے) پیدا ہوں اور ہر بالی میں سو دانے ہوں۔‘‘ (البقرۃ:261)

یعنی انفاق فی سبیل اللہ کا اجر اللہ تعالیٰ سات سو گنا تک دے گا۔ جبکہ روزے کا معاملہ اس سے بھی بڑھ کر ہے کہ اس کی جزا میں حساب کتاب کا معاملہ ہے ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کا کتنا اجر دے گا یہ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا۔ اس ضمن میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ: میں ہی اس کا اجر دوں گا۔ اس سے بڑھ کر کوئی بات ہو ہی نہیں سکتی کہ اللہ اپنی شان کے مطابق روزے کا جو اجر عطا فرمائے گا، انسان کا محدود ذہن اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ چنانچہ نیکیوں کے اس موسم بہار سے بھرپور استفادہ حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ پورے آداب کے ساتھ دن کے روزے کا اہتمام کیا جائے اور رات کو قرآن کے ساتھ وقت گزارا جائے۔ کیونکہ قرآن اور رمضان کا باہمی تعلق خاص ہے اور یہی آج ہمارا موضوع ہے۔ قرآن میں روزے کی فرضیت کے باب میں فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ﴾

’’رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا‘‘

یعنی روزے کی عبادت کا قرآن اور نزول قرآن کے ساتھ خاص تعلق ہے۔ اس کے ساتھ یہ بھی دلچسپ بات ہے کہ روزہ کے احکامات قرآن مجید میں سورۃ البقرۃ کے 23ویں رکوع میں جمع کردیے گئے حالانکہ باقی عبادات یعنی نماز، زکوٰۃ وغیرہ کا ذکر قرآن مجید میں بار بار آیا ہے۔ لیکن عجیب بات یہ ہے کہ نماز کا ذکر، نماز کی اہمیت وفضیلت تو خوب بیان ہوئی ہیں لیکن نماز کیسے پڑھنی ہے، اس کی تفصیلات کیا ہیں، وہ قرآن میں سب سے کم ہیں۔ نماز کی تفصیلات ہمیں نبی اکرم ﷺ کی سیرت سے ملتی ہیں کہ نماز کیسے پڑھنی ہے، اس کا ڈھانچہ کس طرح کا ہے وغیرہ۔ اس سے ہمیں یہ راہنمائی ملتی ہے کہ قرآن مجید کی تفسیر حدیث مبارکہ ہے۔ قرآن و حدیث مل کر ایک بات کی تکمیل کرتے ہیں۔ بہرحال روزے کے احکام قرآن میں ایک ہی جگہ بیان کیے گئے ہیں۔ فرمایا:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝۱۸۳﴾ (البقرہ) ’’اے ایمان والو! تم پر بھی روزہ رکھنا فرض کیا گیا ہے جیسے کہ فرض کیا گیا تھا تم سے پہلوں پر تاکہ تمہارے اندر تقویٰ پیدا ہوجائے۔‘‘

یعنی سابقہ امتوں پر بھی روزے کی عبادت فرض تھی البتہ اس کی شکل مختلف تھی کہ کس وقت کھولنا ہے، کس وقت بند کرنا ہے اور کیا کیا شرائط ہیں۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حوالے سے امت محمدی ﷺ کے لیے خصوصی رعایتیں ہیں۔ پہلی شریعتوں میں روزے کے حوالے سے ذرا سختی تھی کہ رات کو سحری کا کوئی تصور نہیں تھا، یعنی رات کا بھی روزہ تھا دن کا بھی۔

روزے کا اصل مقصد تقویٰ ہے۔ تقویٰ کا مطلب ہے برائیوں سے، گناہوں سے، حرام سے بچنا۔ یقیناً تقویٰ کا حصول بہت بڑی کامیابی ہے۔ قرآن مجید میں بار بار اس بات کو دہرایا گیا ہے کہ جنت میں وہی لوگ جا سکیں گے جن کے اندر تقویٰ ہوگا۔

﴿اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿١٣٣﴾﴾ ''وہ (جنت) تیار کی گئی ہے اہل تقویٰ کے لیے۔'' (آل عمران)

﴿اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا ﴿٣١﴾﴾ (النباء) ''یقیناً اہل تقویٰ کے لیے کامیابی ہوگی۔''

یعنی حقیقی اور حتمی کامیابی متقین کو ملے گی۔ لہٰذا تقویٰ بہت اہم شے ہے۔ مسلمان کہلانا تو آسان ہے لیکن اصل شے تقویٰ کا حصول ہے۔ منافقین بھی کلمہ پڑھتے تھے اور نماز بھی پڑھتے تھے مگر تقویٰ سے محروم تھے لہٰذا انجام کیا ہوا؟ ثابت ہوا کہ اخروی کامیابی کے لیے تقویٰ کا حصول بہت ضروری ہے اور روزے کی عبادت کا بنیادی مقصد ہی تقویٰ کا حصول ہے۔ آگے فرمایا:

﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ﴾ ''رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا''

﴿هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ﴾ ''لوگوں کے لیے ہدایت بنا کر اور ہدایت اور حق و باطل کے درمیان امتیاز کی روشن دلیلوں کے ساتھ۔''

﴿فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۭ﴾ ''تو جو کوئی بھی تم میں سے اس مہینے کو پائے (یا جو شخص بھی اس مہینے میں مقیم ہو) اس پر لازم ہے کہ روزہ رکھے۔''

رمضان کا مہینہ نزول قرآن کا مہینہ ہے اور اسی مہینے کو روزے کی عبادت کے لیے فرض کیا گیا۔ ان دو میں لنک کیا ہے بانی محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ بڑی خوبصورتی سے واضح فرماتے تھے کہ اصل کتاب ہدایت قرآن ہے اور اس زمین کے اوپر اور آسمان کے نیچے جو سب سے بڑی نعمت انسان کو حاصل ہوئی ہے وہ بھی قرآن ہے۔ اس کے بارے میں سورۃ البقرۃ کے شروع میں فرمایا کہ:

﴿الٓمّٓ ﴿١﴾ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۚ فِيْهِ ۚ﴾ ''ا۔ل۔م۔ یہ الکتاب ہے، اس میں کچھ شک نہیں''۔ یا ''یہ وہ کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں۔''

﴿هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿٢﴾﴾ ''ہدایت ہے پرہیزگار لوگوں کے لیے۔''

سورۃ الفاتحہ میں ہم دعا مانگ رہے تھے کہ پروردگار! ہمیں سیدھے راستے پر چلا جو کامیابی تک پہنچا دے۔ یعنی جو ہمیں جہنم سے بچا کر جنت تک پہنچا دے، ہمیں وہ راستہ دکھا۔ یعنی ہدایت کا راستہ۔ ہمیں ہدایت کی ضرورت ہے۔ دنیا میں تو نے امتحان کے طور پر بھیج دیا لیکن ہمیں نہیں معلوم کامیاب کیسے ہوں۔ اس امتحان میں کامیابی کا طریقہ کیا ہے، راستہ کون سا ہے، راہنمائی کہاں سے ملے گی؟ اس دعا کے جواب میں اللہ نے سورۃ الفاتحہ کے فوراً بعد بتا دیا کہ جس ہدایت کے تم طلبگار ہو وہ ہدایت یہ قرآن ہے۔ لیکن اس سے ہدایت وہی پائیں گے جن کے اندر تقویٰ ہوگا۔

اب یہاں ایک اشکال پیدا ہوتا ہے کہ کیا قرآن صرف متقین کے لیے ہدایت ہے؟ جبکہ متقین تو پہلے ہی سیدھے راستے پر ہیں کہ برائیوں اور حرام سے بچے ہوئے ہیں۔ یہاں روزے کی فرضیت کی آیات میں فرمایا کہ:

﴿هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ﴾ ''لوگوں کے لیے ہدایت بنا کر اور ہدایت اور حق و باطل کے درمیان امتیاز کی روشن دلیلوں کے ساتھ۔''

یعنی یہ پوری نوع انسانی کے لیے ہدایت ہے۔ لیکن سورۃ الفاتحہ کے فوراً بعد قرآن کے آغاز میں فرمایا کہ:

﴿هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿٢﴾﴾ ''ہدایت ہے پرہیزگار لوگوں کے لیے۔''

اس میں تطبیق یہ ہے کہ potentially یہ قرآن پوری نوع انسانی کے لیے ہدایت ہے۔ اس کے اندر ہدایت کا سامان ہر شخص کے لیے ہے۔ چاہے وہ بت پرست ہو، ستارہ پرست ہو، چاہے نبیوں اور رسولوں کو ماننا

پریس ریلیز یکم جون 2018ء

جمہوریت کا دس سالہ تسلسل، عوام کو کیا ملا؟

ہر لحاظ سے پسی ہوئی عوام کی مشکلات میں اضافہ ہوا البتہ سیاستدانوں کی دولت میں اندرون ملک اور بیرون ملک حیرت انگیز اضافہ ہوا

نظریہ پاکستان سے ہٹ جانے سے جو خلا پیدا ہوا اُسے اعلیٰ کردار سے تہی دامن اور موقع پرست سیاست دان فکری انتشار سے پُر کرنے کی کوشش کر رہے ہیں

حافظ عاکف سعید

جمہوریت کا دس سالہ تسلسل، عوام کو کیا ملا؟ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے ایک بیان میں کہی۔ اُنہوں نے کہا کہ اگرچہ ہم نے ہمیشہ مارشل لاء کے مقابلے میں جمہوریت کو بہتر طرز حکومت قرار دیا ہے لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ ہمارے سیاست دانوں نے جمہوریت کا کارڈ ہمیشہ اپنے ذاتی اور گروہی مفاد کے لیے استعمال کیا اور عوام کو اس کے ثمرات سے محروم رکھا۔ گزشتہ دس سال میں پاکستان پر قرضوں کے بوجھ میں زبردست اضافہ ہوا۔ افراطِ زر میں مزید اضافہ ہوا۔ مہنگائی بڑھی، بے روزگاری میں اضافہ ہوا۔ گویا ہر لحاظ سے پسی ہوئی عوام کی مشکلات میں اضافہ ہوا البتہ سیاستدانوں کی دولت میں اندرون ملک اور بیرون ملک حیرت انگیز اضافہ ہوا۔ سیاست دانوں کو ہمیشہ انتخابات کے مواقع پر عوام کی یاد ستاتی ہے، کچھ دلکش اور پُرفریب وعدے کر کے عوام کو بیوقوف بنایا جاتا ہے۔ پھر پانچ سال تک کے لیے عوام سے رابطہ منقطع ہو جاتا ہے۔ سب سے خطرناک بات یہ ہوئی ہے کہ سیاست دانوں نے بدزبانی، گالی گلوچ اور غیر اخلاقی حرکات سے ذاتی دشمنیاں پال لی ہیں جس سے اُن کے درمیان ایک ایسی خلیج پیدا ہوگئی ہے جسے عبور کرنا اب کسی کے بس کی بات نظر نہیں آتی۔ معاشرہ تقسیم در تقسیم کے مرحلے طے کر رہا ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ یہ سب کچھ نظریۂ پاکستان سے انحراف کا نتیجہ ہے۔ نظریہ پاکستان سے ہٹ جانے سے جو خلا پیدا ہوا اُسے اعلیٰ کردار سے تہی دامن اور موقع پرست سیاست دان فکری انتشار سے پُر کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی)

ہو یا نہ مانتا ہو، سب کے لیے قرآن میں ہدایت ہے لیکن عملاً اس ہدایت سے فائدہ وہی اٹھائے گا جس میں کچھ تقویٰ ہو۔ یعنی خدا خوفی ہو۔ اس کی bottom line یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے اندر خیر وشر کی تمیز رکھی ہے اور نفس لوامہ بھی عطا کیا ہے جو اندر سے بتاتا رہتا ہے کہ کیا اچھا ہے، کیا بُرا ہے۔ اگر انسان اچھا کام کرے تو اندر سے خوشی محسوس ہوتی ہے اور بُرا کیا، کسی کو تکلیف دی، کسی کا مال غصب کرلیا، کسی کے ساتھ بے انصافی کی اور اس بے انصافی کے ذریعے دنیا تو کمالی، دنیا کے مفادات تو حاصل کر لیے لیکن اندر سے دل ملامت کرے گا کہ تم نے کام غلط کیا ہے۔ یہ اصل میں تقویٰ کا bottom line لیول ہے کہ کم از کم انسان کے اندر اس کا ضمیر جب تک زندہ ہے وہ قرآن کی ہدایت سے فائدہ اٹھالے گا اور جس کا ضمیر ہی مر چکا ہو تو اُسے یہاں سے ہدایت نہیں مل سکتی۔ جیسے ابوجہل اور ابولہب تھے جو قرآن بھی اللہ کے رسول ﷺ کی زبان سے سن رہے تھے لیکن ہدایت سے محروم تھے۔ چنانچہ قرآن پوری نوع انسانی کے لیے ہدایت ہے، جو بھی اس سے رجوع کرے گا وہ ہدایت پا جائے گا لیکن عملاً اس ہدایت سے فاہدے کے لیے تقویٰ ضروری ہے۔ جس کے اندر جتنا زیادہ تقویٰ ہو گا اتنا ہی زیادہ وہ اس ہدایت سے فائدہ اُٹھائے گا۔ ہم بھی قرآن پڑھتے ہیں لیکن ہم پر اثر نہیں ہو رہا ہوتا۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ ہم سمجھ کر نہیں پڑ رہے ہوتے۔ دوسرا یہ کہ ہم طلب ہدایت کی نیت سے پڑھیں گے تو فائدہ ہوگا اور ہدایت کا طالب وہی ہوگا جسے اپنے انجام کی فکر ہوگی۔ یعنی اللہ اور آخرت کا کچھ نہ کچھ خوف اس کے اندر ہوگا۔ چنانچہ رمضان میں دن کے روزے کا حاصل تقویٰ ہے۔ روزے کی حالت میں انسان گناہوں سے، حرام سے اور حتیٰ کہ کھانے پینے کی حلال چیزوں سے بھی بچتا ہے۔ گویا یہ تقویٰ کی ایک پریکٹس ہے۔ چنانچہ روزے کی وجہ سے کچھ نہ کچھ تو تقویٰ انسان میں پیدا ہوگا۔ لہٰذا اب قرآن کا مطالعہ کریں گے تو ہدایت کھل کر سامنے آئے گی۔ اب اس ہدایت سے فائدہ اُٹھاسکیں گے۔ چنانچہ دن کا روزہ اور رات کا قیام پروگرام کا اصل مقصد یہی ہے کہ انسان ہدایت کے قریب پہنچے۔ اس پروگرام کے دو حصے ہیں یعنی دن کا روزہ اور رات کا قیام۔ اللہ تعالیٰ نے دن کا روزہ رکھنا فرض کیا ہے لیکن رات کا قیام فرض نہیں کیا لیکن دین میں اس کی خصوصی اہمیت اور ترغیب ہے۔ احادیث میں یہ پروگرام ایک پورے پیکج کے طور پر آیا ہے: ((مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَـهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِهٖ ‘ وَمَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَـهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِهٖ ‘ وَمَنْ قَامَ لَیْلَةَ الْقَدْرِ اِیْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِهٖ)) (بخاری ومسلم) ’’جس نے رمضان کے روزے رکھے ایمان اور اجر وثواب کی امید کے ساتھ اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیے گئے اور جس نے رمضان (کی راتوں) میں قیام کیا (قرآن سننے اور سنانے کے لیے) ایمان اور اجر وثواب کی امید کے ساتھ اس کے بھی تمام سابقہ گناہ معاف کر دیے گئے اور جو لیلۃ القدر میں کھڑا رہا (قرآن سننے اور سنانے کے لیے) ایمان اور اجر وثواب کی امید کے ساتھ اس کی بھی سابقہ تمام خطائیں بخش دی گئیں!‘‘

اصل میں زیادہ مطلوب قرآن کا پڑھنا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی رات کی نماز میں طویل قراءت ہوتی تھی۔ قیام اللیل کا اطلاق قرآن مجید میں کم سے کم ایک تہائی رات پر ہوتا ہے۔ آنحضور ﷺ کو آغاز وحی میں جو قیام اللیل کا حکم ہوا کہ:

﴿یٰٓاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ ① قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا ② نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِیْلًا ③﴾ (المزمل) ’’اے کمبل میں لپٹ کر لیٹنے والے (ﷺ)! آپ کھڑے رہا کریں رات کو (نماز میں) سوائے اس کے تھوڑے سے حصے کے۔ (یعنی) اس کا آدھا یا اس سے تھوڑا کم کر لیجیے۔‘‘

یعنی قیام اللیل کم سے کم ایک تہائی اور زیادہ سے زیادہ دو تہائی رات مطلوب ہے اور یہی آنحضور ﷺ سے مطلوب تھا۔ اور صحابہ کرامؓ میں سے بھی اکثر اسی انداز سے راتوں کو کھڑے ہوتے تھے۔ کیونکہ اصل مقصود زیادہ سے زیادہ قرآن کو پڑھنا اور سمجھنا ہے تاکہ زیادہ سے زیادہ ہدایت کا حصول ممکن ہو سکے۔ رمضان رحمتوں اور برکتوں کا مہینہ ہے۔ اگر ہم نے اس ماہ مبارک کی برکتوں سے فائدہ نہ اُٹھایا تو یہ حقیقت میں بہت بڑی محرومی ہوگی۔ جیسے کسی نے کہا کہ:

موسم اچھا، پانی وافر، مٹی بھی زرخیز
جس نے اپنا کھیت نہ سینچا وہ کیسا دہقان!

ابھی پہلا عشرہ چل رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے بھرپور فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے جہاں رمضان کے حوالے سے بشارتیں دی ہیں۔ وہاں ایک حدیث بڑی لرزا دینے والی بھی ہے کہ اگر رمضان کی برکتوں سے فائدہ نہ اٹھایا تو کتنی بڑی محرومی ہے۔ حضرت کعب بن عجزہ انصاریؓ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے ہم لوگوں سے فرمایا: منبر کے پاس آجاؤ! ہم لوگ حاضر ہو گئے (آپؐ خطبہ ارشاد فرمانے کے لیے منبر پر جانے لگے) جب منبر کے پہلے درجے پر آپؐ نے قدم رکھا تو فرمایا: آمین۔ پھر جب دوسرے درجے پر قدم رکھا تو فرمایا: آمین۔ اسی طرح جب تیسرے درجے پر قدم رکھا تو پھر فرمایا: آمین۔ (پھر جو کچھ آپ کو فرمانا تھا، فرمایا)۔ جب اس سے فارغ ہو کر آپؐ منبر سے نیچے اُترے تو ہم لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! آج ہم نے آپؐ سے ایک ایسی چیز سنی، جو ہم پہلے نہیں سنتے تھے۔ (یعنی منبر کے ہر درجے پر قدم رکھتے وقت آج آپ آمین کہتے تھے) آپؐ نے بتایا: جب میں منبر پر چڑھنے لگا تو جبرئیل امینؑ آگئے، انہوں نے کہا تباہ و برباد ہو وہ محروم جو رمضان پائے اور اس میں بھی اس کی مغفرت کا فیصلہ نہ ہو، میں نے کہا آمین۔ پھر جب میں نے منبر کے دوسرے درجہ پر قدم رکھا تو انہوں نے کہا: تباہ و برباد ہو وہ بے توفیق جس کے سامنے آپؐ کا ذکر آئے اور وہ آپؐ پر درود نہ بھیجے، میں نے اس پر بھی کہا: آمین۔ پھر جب میں نے منبر کے تیسرے درجے پر قدم رکھا تو انہوں نے کہا: تباہ و برباد ہو وہ محروم آدمی جس کے ماں باپ یا اُن دو میں سے ایک اس کے سامنے بوڑھے ہو جائیں اور وہ (ان کی خدمت کر کے) جنت کا مستحق نہ ہو جائے اس پر بھی میں نے کہا: آمین

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ رمضان کے موسم بہار سے جو مستفید نہ ہو سکا اس سے بڑا بدقسمت انسان شاید ہی دنیا میں کوئی ہو۔ اب رمضان کا دوسرا عشرہ شروع ہونے والا ہے اور یہ عشرہ ہے بھی مغفرت کا عشرہ۔ لہٰذا ہمیں اپنے رب کو زیادہ سے زیادہ راضی کرنے کی کوشش کرنی چاہیے تاکہ ہماری مغفرت کا سامان ممکن ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

دعائے مغفرت

انا للہ وانا الیہ راجعون

☆ تنظیم اسلامی حلقہ پنجاب شرقی کی مقامی تنظیم پاکپتن (عارفوالہ شہر) کے رفیق جناب وقاص اکرم کے چچا وفات پاگئے ہیں۔ برائے تعزیت: 0321-6941852

☆ حلقہ اسلام آباد کی تنظیم اسلام آباد جنوبی کے امیر جناب محمد سلیم کے والد محترم وفات پاگئے۔

☆ حلقہ حیدر آباد کے ناظم مالیات علی اصغر عباسی کے بڑے بھائی علی گوہر عباسی انتقال کر گئے۔

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دُعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ فِیْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

انجینئر مختار فاروقی
0301-6998587
Email:hikmatbaalgha@yahoo.com

سیاسیاتِ حاضرہ 3

9 الحذر از گرمیٔ گفتارِ او	الحذر از حرفِ پہلو دارِ او

اے ہوشمند پرندے! شکاری کی پیچا پیچ (لچھے دار) گفتگو سے جو کئی معنی رکھتی ہے اور اس کے ناصحانہ اندازِ گفتگو سے دھوکا نہ کھا اور بچ جا، بچ جا۔

10 چشم ہا از سرمہ اش بے نور تر	بندۂ مجبور از و مجبور تر

محکوم قوموں کی آنکھیں (منحوس) استعمار کے (علاج کے طور پر دیے گئے) سرمہ سے مزید بے نور ہوجاتی ہیں۔ بندۂ مجبور آقا کے استعماری ہتھکنڈوں (ROMAN TORTURE) سے اور زیادہ بے کس ہوجاتا ہے

11 از شرابِ ساتگینش الحذر	از قمارِ بدنشینش الحذر

خبردار! مغربی آقاؤں کی شراب (مراعات اور نظامِ تعلیم) کے قریب نہ پھٹکنا اس صہیونیت کے ہم نشین استعمار کی چالوں (جواری کی چالیں) کے پھندے میں پھنسنے سے بچنا

12 از خودی غافل نہ گردد مردِ حر	حفظِ خود کُن حَبِّ افیونش مخور

اے آزاد منش انسان (باضمیر مسلمان)! اپنی خودی سے کبھی غافل نہ ہونا اور اپنے ضمیر اور خودی کی حفاظت کرنا اور غالب اقوام کی (مراعات اور قرضوں کی) افیون کی گولی مت کھانا

13 پیش فرعوناں بگو حرفِ کلیم	تا کند ضربِ تو دریا را دونیم

اے آزاد منش باضمیر مسلمان! اُٹھ اور وقت کے فرعونوں (مغربی اقوام کی بالادستی) کے سامنے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح کلام کر، تاکہ اس صہیونی مغربی استعمار کی غلامی سے نجات پر دریا بھی خشک ہو کر تجھے راستہ دیں

9۔ اے ہوشمند مسلمان! بچو، اس منحوس حاکم مغربی استعمار کے کارندوں اور ایجنسیوں کی جذباتی اور ناصحانہ اندازِ گفتگو سے اور ان کے نظامِ تعلیم کے زہریلے اثرات سے۔ علامہ اقبال نے 'نظامِ تعلیم' کو انسانی فطرت کے لیے ایسی تربیت سے تشبیہ دی ہے کہ اس کے بعد انسان کو اپنے من پسند انداز میں جدھر چاہو موڑ لو۔ اس حاکم کی گفتگو، اندازِ تخاطب اور پالیسیوں کے اندر کئی پہلو ہوتے ہیں اور کئی معنی ہوتے ہیں۔ وہ میکاولی کی سیاست کا جیتا جاگتا نمونہ ہوتا ہے جس نے کہا تھا کہ DON'T SAY WHAT YOU MEAN & DON'T MEAN WHAT YOU SAY۔

10۔ اس (نانجار) استعمار کے کارپردازوں کی پالیسیوں اور مشوروں سے غلام اقوام کی آنکھوں کے علاج سے وہ زیادہ بے نُور ہو جاتی ہیں، محکوم اقوام قرضوں کے بوجھ تلے دب جاتی ہیں، وسائل ختم ہو جاتے ہیں اور بندۂ مجبور اس مغربی غلبہ کے اثراتِ بد سے مزید مجبور اور بے وسائل ہوتا جاتا ہے۔ ابلیس کی مجلس شوریٰ نظم میں ایک مشیر ابلیس سے یوں کہتا ہے:

اس میں کیا شک ہے کہ محکم ہے یہ ابلیسی نظام
پختہ تر اس سے ہوئے خُوئے غلامی میں عوام
ہے طواف و حج کا ہنگامہ اگر باقی تو کیا
کُند ہو کر رہ گئی مُومن کی تیغ بے نیام

11۔ خبردار! ان مغربی آقاؤں کی مراعات اور نظامِ تعلیم کے دام میں نہ آنا، یہ مغربی استعمار صہیونیت کا آلۂ کار ہے اور آج قرضوں کی سیاست سے قوموں کو محکوم بنا کے خود فرعون بن گیا ہے اس جواری کی چالوں (PROTOCOLS) کے پھندوں میں ہرگز بھی نہ پھنسنا بلکہ دُور رہنا۔

12۔ حقیقی بندۂ حُر اور نظریاتی انسان کبھی اپنی خودی اور نظریے سے غافل نہیں ہوتا۔ مسلمانو! تمہیں اپنے نظریے اور حضرت محمد ﷺ سے نسبت کو یاد کر کے غیروں کی غلامی سے نکلنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ یہ مغربی استعمار تو اپنے ابلیسی ہتھکنڈوں سے تمہیں اپنی غلامی میں جکڑے رکھنا پسند کرے گا اور تمہیں آزادی کے نقصانات گنوائے گا۔ اس صہیونی ابلیسی استعمار کے ناصحانہ مشورے دراصل اس کی افیون کی نشہ آور گولیاں ہیں اس کی مراعات اور تہذیبی چمک دمک بھی اسی قسم کا نشہ ہی ہے تاکہ تم اس کے غلامی کے پھندے سے آزادی کی کوشش نہ کر سکو۔

13۔ اے مردِ مسلمان! اُٹھ اور اس مغربی استعمار یعنی وقت کے فرعون کے سامنے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح ڈٹ جا۔ وقت کے فرعونوں اور ابوجہلوں سے بندہ مسلم کبھی مرعوب نہیں ہوتا۔ تو اپنے وسائل سے کام لے اور اپنے عصا سے مغربی استعمار کی بالادستی اور ہمہ گیریت کو پھاڑ کر رکھ دے تاکہ تیرے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح خشک اور آزادی کی شاہراہ نظر آجائے۔ بقول اقبال بندۂ آزاد کی شان یہی ہے

دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا
سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی

یہ ترقی ہمیں کس موڑ پہ لے آئی ہے!

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

ماہ رمضان رحمتیں، مغفرتیں لیے گزرتا چلا جا رہا ہے۔ پکار تو لگ رہی ہے: ''اے نیکی کے طالب آگے بڑھ! اے بدی، بدکرداری کے شوقین رک جا!'' (ابن ماجہ) مگر بلند آہنگ موسیقی، تو تکار، چیخ و پکار میں سماعتیں کمزور پڑ چکی ہیں۔ جنت کے سارے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، دوزخ کے سارے دروازے بند ہو جاتے ہیں، شیاطین (حقیقی) جکڑ دیئے جاتے ہیں۔ (بخاری) (جیسے معزز مہمان کے آنے پر کتا دور لے جا کر باندھ دیا جاتا ہے)۔ لیکن بہت سے کم نصیب بند دروازے کھٹکھٹاتے، شیطان کے فراق میں مہینہ گزار دیتے ہیں۔ یہ مہینہ بوسیدہ، میلی کچیلی، بدبودار عادات، باطل عقائد نکال پھینکنے، اجلے ستھرے ہو جانے کا ہے۔ تمناؤں، خواہشوں، حسرتوں کی درستی اور تازگی کا ہے۔ رحمٰن کے عرش سے چلتی عطر بیز ہواؤں سے اعمال و احوال کو معطر کر لینے کا ہے۔ علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال کی زبان میں:

علم کی حد سے پرے بندۂ مومن کے لیے
لذت شوق بھی ہے نعمت دیدار بھی ہے!

سو یہ وہی دن اور راتیں ہیں۔ رب تعالیٰ ہمیں لذت شوق سے بہرہ مند فرمائے۔ ان کم نصیبوں میں سے نہ کرے جو رمضان پا کر بھی محروم رہ جائیں اور حضرت جبرئیل کی بددعا کی مہر ثبت کروالیں۔ **اللھم احفظنا!**

گردوپیش کیا ہو رہا ہے؟ جسٹس شوکت صدیقی ہلکان ہو گئے نجی چینلوں پر اسلام کا بھرے رمضان میں تمسخر اڑاتے اداکاروں، اینکروں کا پیچھا کرتے، ڈانٹتے ڈپٹتے۔ مگر نتیجہ وہی کہ چوری سے جائیں ہیرا پھیری سے نہیں جاتے۔ بےخوفی کی حد تو یہ ہے کہ اپنی لاعلمی اور جہل میں اسلام سے کھیلنے والے نہیں جانتے کہ یہ مولوی کا اسلام نہیں، رب کائنات کا دین ہے جو خالق و مالک رب ہے۔ جس کے ہم ہیں اور جس کی طرف ہمیں لوٹ کر جانا اور جوابدہی ایک جیتی جاگتی اگلی زندگی میں کرنی ہے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون) جہاں نمرود و فرعون اور ابوجہل بھی کان دبائے حاضر ہو گئے۔ کیوں عزازیل کی ڈیوٹی نجی چینلز نے اپنے سر لے رکھی ہے؟ بہکنے اور بھٹکانے کی؟

دوسری جانب ''اولیول'' کے امتحان رمضان میں جمعے کے دن، جمعے کے اوقات میں منعقد ہوتے رہے۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں اس کی درستی نہ ہوئی۔ ہفتے کے سارے دن چھوڑ کر ماہ مقدس کا مقدس دن؟ سیاستدان، قیادت کے دعوے دار بھی کچھ کم نہیں۔ دانیال عزیز صاحب ڈٹ کر چیونگم چبا رہے تھے کہ صحافی نے ٹوک دیا تو یاد آیا کہ پاکستان میں یہ رمضان کا مہینہ ہے۔

اسی دوران یہ خبر بھی چلی کہ بحریہ یونیورسٹی نے طلبہ و طالبات کے لیے پہلے مہذب لباس کا ڈریس کوڈ (ضابطہ) جاری کیا تھا۔ اب ہدایت نامہ یہ جاری ہوا کہ طلبہ و طالبات چھ انچ کا فاصلہ رکھیں باہم کھڑے ہونے، بیٹھنے میں! چھونے سے منع کیا۔ جس پر اعلیٰ تعلیم کے ٹھیکے داروں میں ہاہا کار مچ گئی۔ پاکستان بھر کی یونیورسٹیوں کی اکیڈمک سٹاف ایسوسی ایشنوں کی فیڈریشن کے صدر ڈاکٹر کلیم اللہ باریچ نے یہ نوٹیفیکشن واپس لینے کا مطالبہ فرمایا۔ یعنی فاصلہ چھ انچ سے کم رکھا جانا، چھونا اور غیر مہذب لباس پہننا تعلیمی ترقی کے لوازم میں سے ہے؟ فرماتے ہیں کردار سازی کی ضرورت ہے۔ چھ انچ سے کم فاصلے پر کونسی کردار سازی فرمائیں گے؟ یونیورسٹی کے اخلاقی حالات اور تعلیمی معیار کا زوال اظہر من الشمس ہے۔ طرفہ تماشا یہ ہے کہ ساتھ ہی ہراسمنٹ کمیٹیوں کے بنائے جانے کا تقاضا بھی فرمایا جا رہا ہے! طالبات کا لباس اور فاصلہ صنفی دہشت گردوں کا سا ہو۔ لیکن نہ اسلام بگڑے نہ ایمان جائے۔ یہ جو شکوہ تھا: ''کوئی ان سے نہیں کہتا نہ نکلو یوں عیاں ہو کر'' اسے ہراسمنٹ کمیٹیوں کے دفاتر پر لکھ کر لگا دیں۔

پچھلے سال اسلامک یونیورسٹی نے جب طالبات کو رقیق لباس، بلا آستین قمیض، پھنسی ہوئی جینز، ٹائٹس (چھلکا نما پاجامہ)، میک اپ اور بھاری زیورات سے منع کیا تھا تو اس پر بھی ایسا ہی تنقید کا طوفان اٹھا تھا! یہ الگ کہانی ہے کہ جن گوروں کی تقلید اور شوق میں یہ دیوانے ہوئے جا رہے ہیں، ان کا طالب علم، تعلیم کے دوران پتہ مار قسم کی محنت کرتا ہے، بننے سجنے سنورنے کا ہوش کسے؟ رات گئے تک کتابوں، لائبریریوں، کمپیوٹروں میں سر دیئے پڑھتے اور نتائج دیتے ہیں۔ تفریح کی ہوش ملے تو چھٹی کے دن شاید ممکن ہو۔ نہ ہی ان کی طالبات ہماری بیوٹی پارلر برانڈ معطر یونیورسٹی طالبات کی سی ہوتی ہیں، نہ دوران تعلیم طلبہ عشق عاشقی کے مناظر اور 6 انچ کا فاصلہ، برانڈ شوشوں میں مبتلا نظر آتے ہیں۔

ہمارے پروفیسر حضرات اس نوٹس پر تو تڑپ اٹھے۔ اور دوسری جانب چکوال کے گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج میں کیمسٹری کے پروفیسر نے طالبات کے نقاب اتروا کر تصاویر اور ویڈیو بنائی۔ وجہ تسمیہ یہ کہ ان حضرت کے نہ پڑھانے اور امتحانات میں نمبر دینے کے لیے رشوت مانگنے پر شکایت کنندہ طالبات کے ساتھ یہ غیر اخلاقی رویہ اپنایا گیا۔ اس پر تعلیم کے مذکورہ بزرجمہروں نے کوئی نوٹس نہ لیا۔ گرہی مکتب وہی ملا! عصری تعلیم کو چار چاند لگانے میں جو کسر ہے وہ ان کے ہاتھوں پوری ہو جائے گی۔

اسی دوران ڈاکٹر عافیہ صدیقی کے حوالے سے پریشان کن افواہیں چل پڑیں۔ دو سال سے ان کے اہل خاندان، بچھڑے بچوں، بوڑھی والدہ اور سرگرداں بہن ڈاکٹر فوزیہ کا کوئی رابطہ نہیں ہوا تھا۔ انسانی حقوق اور جینوا کنونشنز کے سارے پرخچے اڑائے جاتے ہیں۔ حد درجے متنازعہ، غیر انسانی 86 سال کی قید بلا حقوق جو ہماری مایہ ناز سائنسدان بیٹی کو دی گئی ہے اس پر پورا ملک گونگے کا گڑ کھائے بیٹھا ہے۔ میڈیا جو ملالہ اور ہر دیگر ایشو پر بڑھ چڑھ کر شہ سرخیاں لگاتا ہے، اپنے ہاتھوں کفر کے ہاتھ بیچی گئی بیٹی پر کوئی کفارہ ادا کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ بس اتنا ہوا کہ پاکستانی قونصلر خاتون نے جیل میں ڈاکٹر عافیہ سے مل کر خیریت کی خبر دے دی۔ گھر والوں سے اس دور میں دو سال میں فون پر بات بھی ممکن نہیں؟ پسماندہ علاقے کی کم فہم، کم علم، لڑکی کا افسانہ گھڑ کر اس کا ''ملالہ'' بنا دیا گیا۔ آسمان پر چڑھایا، مغرب کی ڈارلنگ بن گئی اور عافیہ اپنے ایمان اور راسخ العقیدہ مسلمان ہونے کی بنا پر مظلومیت میں ضرب المثل ہو گئی!

اسی دوران امریکہ میں ہر سال گولیوں کی بوچھاڑ سے مرنے والے 30 ہزار میں سے ایک گولی کم عمر

پاکستانی بچی کو نگل گئی۔ جسے والدین نے امنگوں آرزوؤں کے ساتھ بڑا حوصلہ کرکے بھیجا تھا۔ غم کا کیا عالم ہوگا کہ اب جب اس کے لوٹنے کے وہ شدت سے منتظر تھے تو ان کے خواب امریکی قاتل نوجوان نگل گیا۔ (لیکن اسے تو دہشت گرد کہنے کی بھی اجازت نہیں!) ہمارا معاشرہ جہاں آج بھی 16،17 سالہ نوخیز بچی، چچا ماموں کے گھر بھی دوسرے شہروں میں تنہا نہیں بھیجی جاتی، کس دل سے اکیلی امریکہ بھیجی گئی ہوگی۔ ہمارا خیال تھا کہ یہ خون خاک نشیناں (پاکستانی ہونے کی بنا پر) رزق خاک ہو جائے گا۔ مگر امریکہ تا پاکستان بہت بھاری سوگ منایا گیا۔ پاکستان میں تو ہونا ہی تھا۔ تاہم غیر معمولی طور پر وزیراعظم خاقان عباسی بھی ان کے گھر گئے۔ (ہم ان کے ڈاکٹر عافیہ کی خبروں میں پھیلی پریشانی کے تناظر میں ان کے گھر بھی ان سبھی کے جانے کے منتظر رہے۔ لیکن!) جنازے میں گورنر، وزیراعلیٰ سندھ، تمام سیاسی لیڈر، امریکی کونسل جنرل تھے۔ ایئرپورٹ پر گارڈ آف آنر دی گئی۔ دکھی والدین کے غم میں سبھی شریک ہوئے۔ امریکی سیکرٹری سٹیٹ (اگرچہ امریکہ ہم سے بگڑا بیٹھا ہے) نے تعزیت کی۔ سینٹ کام کے امریکی جنرل کا تعزیتی فون آیا۔

کم عمر طالبہ کی اتنی پذیرائی پر ہم حیرت زدہ یوں تھے کہ ہم پر پیچ وتاب کھاتے، دشمنی پر کمربستہ امریکہ نے ہمارا غم کیونکر کھایا؟ خبروں میں جب امریکی یوتھ ایکس چینج پروگرام (YES) کی تفصیلات پڑھیں تو اندازہ ہوا کہ اس پروگرام کا تحفظ مطلوب ومقصود ہے۔ 9/11 کے بعد پاکستانی نوجوانوں کی تعلیم وتربیت اپنے ہاتھ میں لے کر ان کی ذہن سازی، گلوبل مقاصد کے تحت کرنے کے لیے 2002ء میں یہ پروگرام شروع کیا گیا۔ نوخیز مسلمان طلبہ وطالبات (زیادہ تعداد طالبات کی) کو اس کے تحت امریکہ لے جا کر خاندانوں کے بیچ رکھ کر امریکی تہذیب اور کلچر سے روشناس کروانے، ڈانس پارٹیوں میں شرکت سمیت اور اپنے ڈھب پر لانے کے مقاصد کارفرما ہیں۔ یہ بچی بھی ایک کٹر عیسائی علاقہ کے ایک کٹر مذہبی عیسائی گھرانے میں ان کی ''بیٹی'' بنی رہ رہی تھی۔ جن کے 6 بچے ہیں (جو غیر معمولی ہے) اور جو تادیر بچوں کو گھر پر تعلیم دیتے ہیں (جو ان کے ہاں بنیاد پرست عیسائیوں کا طریقہ ہے)۔ بچی کی اپنی اٹھان میں بھی خصوصی تذکرہ حقوق نسواں اور عورت کو بااختیار بنانے (Empowerment) کے ولولے کا ہے۔ سو اتنی غیر معمولی پذیرائی اس پروگرام کے تحفظ کے لیے ہے کہ کہیں پاکستانی بچے بھیجنا چھوڑ نہ دیں۔ اس گروپ میں بھی 75 طلبہ وطالبات 10 ماہ کے لیے امریکہ گئے تھے۔ مقصد اگر صرف تعلیم کی ترویج ہوتی تو عافیہ یوں ہر حق سے محروم جیل میں سڑ نہ رہی ہوتی باوجود اعلیٰ ترین سائنسی تعلیم کے۔ اللہ تعالیٰ سبیکا کے والدین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ (آمین) تاہم کم عمر نوخیز بچیوں کے لیے فیصلے کرتے ہوئے علماء سے اجازت لینا بھی اہم ہے۔ مسلمان بچی کی قدر وقیمت، تقدس اور تحفظ کی بنا پر، جسے اللہ نے مقدم رکھا ہے۔ ہر دنیاوی فائدہ جس کے مقابل ہیچ ہے۔

اسی دوران برطانوی شاہی خاندان میں آنجہانی ڈیانا کی نئی بہو شامل ہوئی۔ بہت سی شاہی روایات ٹوٹیں۔ کنواری باکرہ ملنی تو اب خواب وخیال ہوگئی۔ عقدنامے میں وہ الفاظ بھی میگھن مرکل حذف کر گئی جس میں شوہر کی اطاعت کا عہد مذکور تھا! عمر میں بڑی ہے، ہوسکتا ہے شوہر نے بیوی کی اطاعت کا عہد باندھا ہو۔ امریکہ اسرائیل میں سفارتخانے سے گریٹر اسرائیل کی بنیاد رکھ رہا تھا۔ دنیا کا دھیان بٹانے کو یہ شادی خوب رہی!

یہ ترقی ہمیں کس موڑ پہ لے آئی ہے۔

❀❀❀

داخلے جاری ہیں

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے زیر اہتمام

جاری کردہ ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ

رجوع الی القرآن کورسز (پارٹ I اور II)

یہ کورسز بنیادی طور پر تعلیم یافتہ افراد کے لیے ترتیب دیے گئے ہیں' تاکہ وہ حضرات جو کم از کم انٹرمیڈیٹ کی سطح تک اپنی دنیاوی تعلیم مکمل کر چکے ہوں اور اب بنیادی دینی تعلیم بالخصوص عربی زبان سیکھ کر فہم قرآن کے حصول کے خواہش مند ہوں' ان کورسز کے ذریعے ان کو ایک ٹھوس بنیاد فراہم کردی جائے۔ ہفتے میں پانچ دن روزانہ صبح کے اوقات میں تقریباً پانچ گھنٹے تدریس ہوگی۔ ہفتہ وار تعطیل ہفتہ اور اتوار کو ہوگی۔

نصاب (پارٹ I) برائے مرد وخواتین

1 عربی صرف ونحو
2 ترجمۂ قرآن (مع تفسیری توضیحات)
3 سیرت النبی ﷺ
4 قرآن حکیم کی فکری وعملی راہنمائی
5 تجوید وناظرہ
6 مطالعۂ حدیث وفقہ العبادات
7 اصطلاحاتِ حدیث
8 اضافی محاضرات

نصاب (پارٹ II) صرف مرد حضرات

1 مکمل ترجمۃ القرآن (مع تفسیری توضیحات)
2 مجموعۂ حدیث
3 فقہ
4 اصولِ تفسیر
5 اصولِ حدیث
6 اصولِ فقہ
7 عقیدہ
8 عربی زبان وادب
9 اضافی محاضرات

انٹرویو کی تاریخ 23 جولائی (صبح 8:30 بجے)
کلاسز کا آغاز 24 جولائی (صبح 8:00 بجے)
پارٹ II میں خواتین کی شرکت کا انتظام نہیں ہے

نوٹ: داخلے کے خواہشمند 23 جولائی تک اپنی رجسٹریشن ضرور کروالیں۔ رجسٹریشن نہ ہونے کی صورت میں لیٹ داخلہ نہیں دیا جائے گا۔

پارٹ I میں داخلے کے لیے انٹرمیڈیٹ پاس ہونا اور پارٹ II میں داخلے کے لیے رجوع الی القرآن کورس (پارٹ I) پاس کرنا لازمی ہے

برائے رابطہ قرآن اکیڈمی
36-K ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: 35869501-3
email: irts@tanzeem.org
ملک شیر افگن
0300-4201617

صرف بھوک پیاس سے رہنے کا نام روزہ نہیں

ڈاکٹر محمد نجیب قاسمی سنبھلی
www.najeebqasmi.com

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ’’بہت سے روزہ رکھنے والے ایسے ہیں کہ ان کو روزہ کے ثمرات میں بجز بھوکا رہنے کے کچھ بھی حاصل نہیں، اور بہت سے شب بیدار ایسے ہیں کہ ان کو رات کے جاگنے (کی مشقت) کے سوا کچھ بھی نہیں ملتا۔‘‘ (ابن ماجہ، نسائی) معلوم ہوا کہ صرف بھوکا پیاسا رہنا روزے کے بنیادی مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے کافی نہیں ہے۔ آیئے قرآن وحدیث کی روشنی میں روزے کے چند بنیادی مقاصد کو سمجھیں تاکہ اُن مقاصد کو سامنے رکھ کر ماہ رمضان کے روزے رکھے جائیں۔

تقویٰ

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے: ’’اے ایمان والو! تم پر روزہ فرض کیا گیا جس طرح تم سے پہلی امتوں پر فرض کیا گیا تھا تاکہ تم متقی بن جاؤ۔‘‘ (البقرہ: 183) قرآن کریم کے اس اعلان کے مطابق روزہ کی فرضیت کا بنیادی مقصد لوگوں کی زندگی میں تقویٰ پیدا کرنا ہے۔ تقویٰ اصل میں اللہ تعالیٰ سے خوف ورجاء کے ساتھ حضور اکرم ﷺ کے طریقہ کے مطابق ممنوعات سے بچنے اور اوامر پر عمل کرنے کا نام ہے۔ روزہ سے خواہشات کو قابو میں رکھنے کا ملکہ پیدا ہوتا ہے اور یہی تقویٰ یعنی اللہ کے خوف کی بنیاد ہے۔ روزہ کے ذریعہ ہم عبادات، معاملات، اخلاقیات اور معاشرت غرضیکہ زندگی کے ہر شعبہ میں اپنے خالق، مالک ورازق کائنات کے حکم کے مطابق زندگی گزارنے والے بن سکتے ہیں۔ اگر ہم روزہ کے اس اہم مقصد کو سمجھیں اور جو قوت اور طاقت روزہ دیتا ہے اس کو لینے کے لیے تیار ہوں اور روزہ کی مدد سے اپنے اندر خوف خدا اور اطاعت امر کی صفت کو نشوونما دینے کی کوشش کریں تو ماہ رمضان میں ہم اتنا تقویٰ پیدا کر سکتے ہیں کہ صرف رمضان ہی میں نہیں بلکہ اس کے بعد بھی گیارہ مہینوں میں زندگی کی شاہراہ پر خاردار جھاڑیوں سے اپنے دامن کو بچاتے ہوئے چل سکیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو روزہ کے اس اہم مقصد کو اپنی زندگی میں لانے والا بنائے۔ آمین

گناہوں سے مغفرت

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ’’جس نے ایمان کے ساتھ ثواب کی نیت سے یعنی خالصۃً اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے روزہ رکھا اس کے گزشتہ تمام (چھوٹے) گناہ معاف فرما دیے جاتے ہیں۔‘‘ (بخاری ومسلم) اسی طرح حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے: جو ایمان کے ساتھ ثواب کی نیت سے یعنی ریا، شہرت اور دکھاوے کے لیے نہیں بلکہ صرف اور صرف اللہ کی رضا کے لیے رات میں اللہ کی عبادت کے لیے کھڑا ہوا یعنی نماز تراویح اور تہجد پڑھی تو اس کے گزشتہ تمام (چھوٹے) گناہ معاف کردیے جاتے ہیں۔‘‘ (بخاری ومسلم) اسی طرح حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے: ’’جو شخص شب قدر میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے عبادت کے لیے کھڑا ہوا یعنی نماز تراویح وتہجد پڑھی، قرآن کی تلاوت فرمائی اور اللہ کا ذکر کیا تو اس کے گزشتہ تمام (چھوٹے) گناہ معاف کردیے جاتے ہیں۔‘‘ (بخاری ومسلم)

ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ نے صحابۂ کرامؓ سے ارشاد فرمایا کہ منبر کے قریب ہوجاؤ، صحابۂ کرام قریب ہوگئے۔ جب حضور اکرم ﷺ نے منبر کے پہلے درجہ پر قدم مبارک رکھا تو فرمایا آمین۔ جب دوسرے درجہ پر قدم مبارک رکھا تو فرمایا آمین۔ جب تیسرے درجہ پر قدم مبارک رکھا تو فرمایا آمین۔ جب آپ ﷺ خطبہ سے فارغ ہوکر نیچے اترے تو صحابۂ کرامؓ نے عرض کیا کہ ہم نے آج آپؐ سے منبر پر چڑھتے ہوئے ایسی بات سنی جو پہلے کبھی نہیں سنی تھی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام میرے سامنے آئے تھے۔ جب پہلے درجہ پر میں نے قدم رکھا تو انہوں نے کہا ہلاک ہو وہ شخص جس نے رمضان کا مبارک مہینہ پایا پھر بھی اس کی مغفرت نہ ہوسکی، میں نے کہا آمین۔ پھر جب دوسرے درجہ پر چڑھا تو انہوں نے کہا ہلاک ہو وہ شخص جس کے سامنے آپ ﷺ کا ذکر مبارک ہو اور وہ درود نہ بھیجے، میں نے کہا آمین۔ جب میں تیسرے درجہ پر چڑھا تو انہوں نے کہا ہلاک ہو وہ شخص جس کے سامنے اس کے والدین یا ان میں سے کوئی ایک بڑھاپے کو پہنچے اور وہ اس کو جنت میں داخل نہ کرا سکیں، میں نے کہا آمین۔ (بخاری، صحیح ابن حبان، مسند حاکم، ترمذی، بیہقی) غرضیکہ کس قدر فکر اور افسوس کی بات ہے کہ ماہ مبارک کے قیمتی اوقات بھی غفلت اور معاصی میں گزار دیے جائیں جس سے سابقہ گناہوں کی مغفرت بھی نہ ہوسکی۔ لہٰذا ہمیں رمضان کے ایک ایک لمحہ کی حفاظت کرنی چاہیے تاکہ ایسا نہ ہو کہ ہم حضرت جبرئیل علیہ السلام اور حضور اکرم ﷺ کی اس دعا کے تحت داخل ہوجائیں۔

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بہت سے روزہ رکھنے والے ایسے ہیں کہ ان کو روزہ کے ثمرات میں بجز بھوکا رہنے کے کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا اور بہت سے شب بیدار ایسے ہیں کہ ان کو رات کے جاگنے کے سوا کچھ بھی نہیں ملتا۔ (سنن ابن ماجہ) یعنی روزہ رکھنے کے باوجود دوسروں کی غیبت کرتے رہتے ہیں یا گناہوں سے نہیں بچتے یا حرام مال سے افطار کرتے ہیں۔ لہٰذا ہمیں ہر ہر عمل خیر کی قبولیت کی فکر کرنی چاہیے۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ رمضان کی آخری رات میں روزہ داروں کی مغفرت کردی جاتی ہے۔ صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ کیا یہ شبِ مغفرت شبِ قدر ہی تو نہیں ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں بلکہ دستور یہ ہے کہ مزدور کا کام ختم ہوتے ہی اسے مزدوری دے دی جاتی ہے۔ معلوم ہوا کہ ہمیں عید کی رات میں بھی اعمال صالحہ کا سلسلہ جاری رکھنا چاہیے تاکہ رمضان میں کی گئی عبادتوں کا بھرپور اجروثواب مل سکے۔

قرب الٰہی

روزہ دار کو اللہ تعالیٰ کا خاص قرب حاصل ہوتا ہے۔ روزہ کے متعلق حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میں خود ہی روزہ کا بدلہ ہوں۔ (صحیح بخاری) اس سے زیادہ اللہ کا کیا قرب ہوگا کہ اللہ جل شانہ خود ہی روزہ کا بدلہ ہے۔ نیز حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ تین شخص کی دعا رد نہیں ہوتی ہے، ان تین اشخاص میں سے ایک روزہ دار کی افطار کے وقت کی دعا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ خود اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے سحری کھانے والوں پر رحمت نازل فرماتے ہیں۔‘‘ (صحیح ابن حبان)

عند اللہ اجر عظیم کا حصول

اس برکتوں کے مہینہ میں ہر نیک عمل کا اجروثواب بڑھا دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر عمل خیر کا دنیا میں ہی اجر بتا دیا کہ کس عمل پر کیا ملے گا مگر روزہ کے متعلق حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: الصَّوْمُ لِی وَاَنَا اَجْزِیْ بِہٖ روزہ میرے لیے ہے اور میں خود اس کا بدلہ دوں گا۔ بلکہ ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ میں خود ہی روزہ کا بدلہ ہوں۔ اللہ اللہ کیسا عظیم الشان عمل ہے کہ اس کا بدلہ (باقی صفحہ 17 پر)

قرآن، رمضان اور ہم

بینا حسین خالدی ایڈووکیٹ

قرآن حکیم، فرقانِ مجید ایسی عظیم کتاب ہے کہ جس بھی شے کا تعلق قرآن سے ہو جائے اُسے عظیم بنا دیتا ہے۔ جبرائیل امینؑ قرآن لے کر آئے تو فرشتوں کے سردار بنے...... جس رات میں قرآن نازل ہوا وہ رات ہزاروں راتوں سے افضل قرار پائی۔ رسولِ عربی، حضرت محمد ﷺ پر قرآن نازل ہوا تو وہ سید الانبیاء یعنی نبیوں کے سردار کے عالی مقام پر فائز ہوئے۔ جس اُمت پر قرآن نازل ہوا وہ ''خیر اُمۃ'' یعنی بہترین اُمت کہلائی......

جس دل میں قرآن اُتر جائے اور قرآن سیکھنے سکھانے کے عظیم مقصد سے جو جڑ جائیں تو وہ بہترین لوگ ہیں جیسا کہ حدیث مبارکہ ہے کہ ''تم میں سے بہترین وہ ہیں جو قرآن سیکھیں اور سکھائیں۔'' جس رات میں قرآن نازل ہونا شروع ہوا وہ رات ہزار راتوں سے افضل بنا دی گئی اور جس مہینے یعنی رمضان المبارک میں اس کا نزول مکمل ہوا تو اس مہینے کو ایسی عظمت و تقدس حاصل ہوا کہ جس میں رحمتیں، برکتیں اور جہنم سے نجات کے پروانے جاری ہوتے ہیں اور شیاطین کو جکڑ دیا جاتا ہے۔ اور جس دن کی شروعات قرآن سے ہو تو وہ بہترین دن ہوتا ہے کہ فجر کے وقت اس کا پڑھنا باعثِ مشہود ملائکہ ہوتا ہے۔

حدیثِ مبارکہ ہے کہ ''قرآن تمہارے حق میں حجت ہوگا یا تمہارے خلاف'' (حجت بنے گا) یعنی روزِ جزا میں قرآن اُمت محمدیہ سے تعلق رکھنے والوں یعنی اہل ایمان سے اپنے پانچ حقوق (تلاوت وقراءت، تفہیم، تدبر، عمل، تبلیغ) کے بارے میں سوال کرے گا اور اگر قرآن کے یہ حقوق بندے نے ادا کر دیئے ہوں گے تو اس بندے کے حق میں قرآن حجت بن جائے گا اور اللہ کے اذن سے اس بندے کے حق میں سفارش کر سکے گا۔ لیکن اگر معاملہ اس کے برعکس و برخلاف ہوگا تو یہی قرآن اُس بندے کے خلاف حجت بن کر اللہ تعالیٰ سے فریاد کرے گا کہ اس بندے نے میرے حقوق ادا نہیں کیے۔

قرآن عظیم کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن، مطلب یہ کہ ایک چیز تو قرآن کے صاف صاف الفاظ ہیں۔ جو شخص پڑھ سکتا ہے اور ایک چیز ان الفاظ کے معانی اور ان کا مدعا ہیں۔ قیامت کے روز قرآن کے الفاظ بھی حجت ہوں گے اور اس کے معانی بھی۔ قرآن میں اگر صاف الفاظ میں یہ بیان کر دیا گیا ہے کہ فلاں فعل ممنوع ہے اور کسی شخص نے اس ممنوع فعل کا ارتکاب کیا تو اس صورت میں قرآن کے الفاظ اس کے خلاف حجت ہوں گے۔ اسی طرح قرآن مجید کے الفاظ کے اندر وہ مطالب ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن انسان میں کس قسم کے اخلاق کو ابھارنا چاہتا ہے اور کس قسم کے اخلاق کو دبانا چاہتا ہے...... کون سی چیز اللہ تبارک وتعالیٰ کو پسند ہے اور کون سی ناپسند ہے۔ اس طرح پورا قرآن یہ نقشہ پیش کرتا ہے کہ اللہ کے نزدیک پسندیدہ طرزِ زندگی کیا ہے اور کیا نہیں۔ اب اگر کسی شخص نے (خواہ وہ قرآن پر ایمان رکھنے کا دعویٰ کرتا ہو) اس کے برخلاف طرزِ زندگی اختیار کر رکھا ہو تو روزِ آخرت میں قرآن کی روح اور اس کے معانی اس شخص کے خلاف حجت ہوں گے۔ اور اس وقت کوئی مسلمان یہ عذر بیان نہیں کر سکے گا کہ مجھے پوری زندگی اس قرآن کے معانی ومطالب کو سمجھنے کا موقع نہیں ملا جب کہ مواقع تو ہر مسلمان کی زندگی میں آتے ہیں۔ ہر مسلمان جانتا ہے کہ شعبان اور رمضان المبارک قرآن کے مہینے ہیں۔ ان مہینوں میں مساجد میں دروسِ قرآن اور دورۂ قرآن کی مجالس منعقد کی جاتی ہیں۔ قرآن کی تفاسیر کے سیٹ ہر جگہ دستیاب ہیں۔ آڈیو کیسٹ، سی ڈیز اور موبائلز کے ذریعے بھی قرآن کو سیکھنے سمجھنے کے تمام ذرائع بآسانی ہر شخص کی پہنچ میں ہیں۔ لیکن رمضان کریم کے مہینے میں بھی دنیا کے جھمیلوں میں پھنسے ہوئے اہل ایمان اپنا وقت قرآن کو سیکھنے سمجھنے پر نہیں لگانا چاہتے۔ اور اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ قرآن پر ہمارا ایمان اور اس کے بارے میں ہمارے عقائد ونظریات میں بہت سی کج فہمیاں اور کمزوریاں موجود ہیں۔ بہت سے عقائد باطلہ مدتوں سے، بلا روک ٹوک ہمارے معاشرے میں جاری وساری ہیں اور وہ عقائد اپنی جگہ پر باطل تو ہیں ہی لیکن ہمیں قرآن فہمی سے دور کر دینے والے بھی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کے برحق ہونے پر ایمان رکھنے کے باوجود اور رمضان المبارک میں اس کے تیس سپارے تلاوت کر کے ختم کر لینے کے باوجود ہماری معاشرتی زندگیوں میں، ہمارے اخلاقی رویوں اور معاشی پالیسیوں میں، ہمارے میلانات ورجحانات میں، ہماری زندگی کی ترجیحات میں، ہمارے طرزِ زندگی میں، ہماری خوشی غمی کے معاملات میں، کوئی صالح تغیر پیدا نہیں ہوتا ہے۔ اور نہ ہی زندگی کا کوئی صحیح رُخ متعین ہو پاتا ہے تو قرآن پر ہمارا ایمان لانا حقیقی معنوں میں سود مند ثابت نہیں ہوتا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن کا ایک حرف پڑھنے پر دس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے لیکن ان نیکیوں کو ضائع کروا دینے والے اعمال فاسدہ اگر ہماری زندگی میں رمضان المبارک کے بعد بھی جاری رہتے ہیں اور وہ باطل عقائد جو کسی بھی قسم کے شرک کی آمیزش لیے ہوئے ہمارے فکر وعمل کا حصہ بنے رہتے ہیں ہمیں ثواب کا مستحق نہیں بننے دیں گے۔ آخرت میں نجات و بخشش کا فیصلہ عمل وعقیدے کی بنیاد پر کیا جائے گا اور عمل و عقائد کی اصلاح قرآن مجید کے نزول کے اصلی مقاصد ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے نزدیک قرآن مجید کے نزول کا مقصدِ اصلی، یہ تین چیزیں ہیں:

1۔ تہذیب نفوس البشر: کہ انسانوں کے نفوس کی اندر سے تہذیب ہو اور انسانی نفوس اس قدر پاکیزہ اور صاف ستھرے ہو جائیں کہ وہ تمام اخلاقی اور روحانی ذمہ داریاں انجام دے سکیں جو اللہ رب العزت نے ان کے اوپر عائد کی ہیں۔

2۔ دمغ العقائد الباطلہ: یعنی وہ تمام باطل عقائد جو لوگوں کے ذہنوں میں موجود ہیں (خواہ وہ قرآن ہی کے بارے میں ہوں) وہ مسلمانوں کے ذہن ہوں یا غیر مسلموں کے، ان سب باطل عقائد کی تردید کی جائے۔

3۔ نفی الاعمال الفاسدہ: یعنی جو اعمالِ فاسدہ لوگوں میں رائج ہیں چاہے ان کی بنیاد کسی غلط عقیدے پر ہو یا نہ ہو ان اعمال کی غلطی کو واضح کیا جائے اور ان کو مٹانے اور درست کرنے کی کوشش کی جائے۔

رمضان المبارک میں، یعنی قرآن کے مہینے میں، قرآن حکیم کے یہ مقاصدِ اصلی حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی جاتی ہے اور اسی لیے زندگیوں میں کوئی صالح تغیر بھی پیدا نہیں ہوتا ہے۔ رمضان المبارک کے مہینے میں پوری دنیا کے اہل اسلام قرآن عظیم کی تلاوت کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔ ختم القرآن کی تقریبات منعقد کی جاتی ہیں پھر بھی کیا وجہ ہے کہ سورۃ الفرقان کی آیت نمبر 30 کی تفہیم کے مطابق نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ سے فریاد کریں گے کہ اے میرے رب! میری اُمت نے قرآن کو ترک کر رکھا تھا، قرآن کو ترک کرنے کی بھی مختلف شکلیں اور انداز ہیں یہ سمجھنا کہ ترکِ قرآن کا کوئی خاص پیمانہ یا معیار ہوتا ہے اور وہ ابھی تک سامنے نہیں آیا ایک بڑی خطرناک

غلط فہمی ہے اور یہ سمجھنا کہ ترکِ قرآن کی منزل ابھی نہیں آئی ہے درست نہیں ہے۔ ترکِ قرآن کا خطرناک مرحلہ آچکا ہے۔ ترکِ قرآن کیا ہے، یہی نا کہ قرآن مجید کے الفاظ سے تعلق ختم ہو جائے، قرآن کو سمجھنے کی ضرورت کا احساس باقی نہ رہے، قرآن کے متن کو لوگ یاد کرنا چھوڑ دیں، قرآن کے سیکھنے سکھانے پڑھنے پڑھانے سے دلچسپی نہ رہے۔ لوگ قرآن کے احکام پر عمل کرنا چھوڑ دیں، قرآن کو قانون کا اوّلین و برتر ماٰخذ تسلیم کرنے سے عملاً انکار کر دیں یہ تمام باتیں قرآن کو چھوڑنے، اس کو ترک کرنے کی مختلف صورتیں ہیں۔

قرآن جن مقاصد کو لے کر آیا تھا وہ تمام مقاصد پس پشت ڈال کر محض ناظرہ تلاوت پر اکتفاء کر لینا قرآن کے مقاصد کے حصول میں ایک بڑی رکاوٹ ہے اور قرآن کی عظمت کو کم کر دینے کے مترادف ہے۔ قرآن عظیم کو مُردوں کے ایصالِ ثواب کے لیے پڑھنا اور رمضان المبارک میں اس مقصد کے لیے تیس سپارے تلاوت کر لینا قرآن کے مقام و مرتبے کو گھٹانے کے برابر ہے۔ قرآن ایک زندہ کلام ہے۔ زندوں کے لیے نازل کیا گیا ہے۔ نہ کہ مُردوں کے لیے۔ قرآن کے مقام و مرتبے کو کم کر دینے والے یہ اعمال جب رمضان المبارک کے مہینے میں کیے جائیں تو پھر روزے اور صدقہ وخیرات کے روحانی ثمرات دنیا میں حاصل ہونے اور آخرت میں حصولِ نجات کا ذریعہ بن جانے کے امکانات کم سے کم ہوتے چلے جاتے ہیں۔ حدیث مبارکہ ہے کہ کچھ ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو قرآن پڑھیں گے مگر قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ وہ لوگ اسلام سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے۔ وہ لوگ اہل اسلام کو تو قتل کریں گے اور بُت پرستوں کو چھوڑیں گے اگر میں ان کو پاؤں تو قوم عاد کی طرح ان کو ملیا میٹ کر دوں۔‘‘ ایک دوسری جگہ ایسی ہی حدیث اسی طرح روایت کی گئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’تم میں کچھ لوگ نکلیں گے تم اپنے نماز روزے اور اعمال کو ان کے مقابلے میں حقیر تصور کرو گے، وہ قرآن پڑھیں گے مگر قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے۔

آج بین الاقوامی سطح پر اسلامی برادری کے بیشتر ممالک میں جو خانہ جنگی برپا ہے۔ جو ظلم وستم مسلمانوں پر ڈھایا جا رہا ہے اس میں بنیادی کردار تو انہی لوگوں کا ہے جو ایمان و اسلام کا دعویٰ کرتے ہیں۔ وہ یہود و نصاریٰ کے مددگار بنے ہوئے ہیں اور یہود و نصاریٰ ان کے مددگار بنے ہوئے ہیں اور کہیں پر بت پرست ہندوؤں سے دوستی کی پینگیں بڑھانے والے اسلامی ممالک کے سربراہان بعینہٖ احادیثِ متذکرہ بالا کی عملی صورت پیش کر رہے ہیں۔ دوسری طرف ہماری انفرادی و معاشرتی زندگیوں میں بھی کچھ ایسی ہی صورت حال نظر آتی ہے کہ نماز روزہ کی پابندی بھی ہے، تسبیحات وتلاوت پر بھی زور ہے لیکن یہ سب کچھ حلق سے اتر کر دل تک نہیں پہنچا ہے۔ اسی موقع پر قرآن مطالبہ کرتا ہے کہ اے ایمان والو! ایمان لاؤ.....

لیکن ہمارے کاروبارِ معیشت میں ایمان واسلام مفقود نظر آتا ہے اور صرف یہی نہیں زندگی کے تمام ہی امور میں، اور تمدن کے، معاشرت کے تمام ہی شعبوں میں ایمان کے بجائے کفر وطغیان کا غلبہ نظر آتا ہے۔ رمضان المبارک کے دوران بھی فحاشی وعریانی کے مظاہر الیکٹرانک وسوشل میڈیا پر جاری رہتے ہیں۔ افطار پارٹیوں میں رزق کے احترام کی بجائے اس کا ضیاع اور بے حرمتی ہمارا وطیرہ بن چکی ہے۔ پھر بھی ہم جہنم سے نجات کے پروانے حاصل ہونے کی اُمید رکھتے ہیں۔

قرآن کا پانچواں حق ہے کہ اسے ’’پہنچایا جائے‘‘ اس کی تبلیغ کی جائے۔ اگرچہ اس حق کا ادا کرنا تمام ہی مسلمانوں پر واجب ہے لیکن کم از کم ہر گھرانے یا ہر محلے میں کچھ افراد تو ایسے ضرور ہی ہونے چاہییں جو دعوت دین کا فریضہ انجام دیتے رہیں۔ تاہم یہ فرض کفایہ نہیں ہے کہ چند لوگوں کے کر لینے سے تمام کی طرف سے ادا ہو جائے گا بلکہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا حکم تمام خاص و عام مسلمانوں کے لیے فرض کی حیثیت میں موجود رہے گا۔ ہم سب اگر داعی نہیں بھی بن سکتے تو راعی (نگہبان) تو ضرور ہیں۔ ہر مسلمان اپنے اہل وعیال پر راعی ہے (اور اس بارے میں اُس سے سوال ہوگا۔ اس طرح وقت کے وہ تمام علماء ومشائخ جو قرآن کا علم رکھتے ہیں اس پر عمل کے لیے بھی مسئول ہوں گے۔ رمضان المبارک میں علماء دروس قرآن کی محافل سجاتے ہیں، دورۂ قرآن کرواتے ہیں۔ حاضرین مجالس میں سے کچھ لوگ عمل کی طرف ترغیب پانے اور کچھ محض سننے کے لیے آتے ہیں اور بعض تو اونگھتے ہوئے ملتے ہیں۔ دین کی طرف بلانا، قرآن سے لوگوں کا رشتہ بحال کرنا یقیناً ایک عظیم فریضہ ہے لیکن عموماً یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ جہاں دین کی تعلیمات پہنچائے جانے کی اشد ضرورت ہے وہاں دروس قرآن اور دورۂ قرآن منعقد نہیں کیے جاتے اور جو مبلغین و داعیان اُن دور دراز علاقوں میں تبلیغ کے لیے جاتے ہیں کہ جہاں واقعی اللہ کا پیغام پہنچا دینے کی اشد ضرورت تھی۔ وہاں پہنچ کر ہمارے داعیان ومبلغ دین اسلام کا ظاہری جسم پہنچا دینے پر اکتفاء کر لیتے ہیں اور دین کی اصل روح اور قرآن کے مقاصدِ اصلی تک اُن کی دعوت احاطہ نہیں کر پاتی ہے۔ لہٰذا دینی فرائض کما حقہ سرانجام نہیں دے پاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قبائلی معاشرے جو ہماری آبادی کا 60 فیصد طبقہ ہیں، اُن کی زندگیوں میں ایمان واسلام کا زبانی کلامی اظہار تو ہو سکتا ہے مل جائے لیکن قانون الٰہی کی بجائے ان کی زندگیوں میں بھی قدیم رسوم ورواج بطور دین وقانون مروج وحاوی رہتے ہیں اور ان کے بعض رسوم ورواج تو احکام الٰہیہ کی کھلم کھلا خلاف ورزی پر مبنی ہوتے ہیں۔ اب معاشرے کی مجموعی صورتحال یہ ہے کہ آبادی کے 60 فیصد پر تو رسوم ورواج کی حکمرانی ہے اور باقی 40 فیصد مغربی تہذیب و معاشرت کی غلامی پر فخر کرتا ہے تو پھر دین وقرآن کی حکمرانی کہاں ہے؟

افتومنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض کے مصداق معروفات کی طرف دعوت دینے کے لیے تو ہم (داعیان) بخوشی تیار ہو جائیں اور جب منکرات سے روکنے اور فتنوں کے خلاف جدوجہد کا موقع آئے تو رخصتیں، رعایتیں اور مصلحتیں تلاش کرنے لگ جائیں۔ رمضان المبارک احتساب کا مہینہ بھی ہے کہ ہم اپنے گزرے ہوئے ماہ وسال کا احتساب کریں کہ ہم نے کہاں کہاں اور کن کن معاملات میں کہاں کہاں غفلت برتی، کہاں کہاں منکرات کو پھلتے پھولتے دیکھ کر بھی چشم پوشی اختیار کی، ذاتی اصلاح اور نفس کے محاسبے کے معاملے میں ہم نے کب کب لاپروائی اختیار کی۔ قرآن کے معانی اس کی روح کے ساتھ پہنچا دینے میں ہم نے کتنا تساہل برتا۔ اپنے اہل خانہ کو جہنم کی آگ سے بچانے کے لیے ہم نے کتنی شدت کے ساتھ کوشش کی؟ قرآن ہمیں ان تمام کاموں کے کرنے کا حکم دیتا ہے اگر داعی ومبلغ ہوتے ہوئے ان احکامات سے تساہل برتا جائے گا تو ظاہر ہے پھر ہمارا معاملہ اس مجرم کا سا ہے جو قانون سے ناواقفیت کی بنا پر نہیں بلکہ قانون سے خوب واقف ہونے کے بعد جرم کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ ہمیں اور ہر خاص وعام کو قرآن کا عامل بنائے۔ (آمین)

ضرورت رشتہ

☆ تعلیم یافتہ پٹھان فیملی کی دینی مزاج کی حامل بیٹیوں عمر 28 سال، تعلیم پی ایچ ڈی (جاری)، عمر 26 سال، تعلیم D فارمیسی کے لیے دینی مزاج کے حامل ہم پلہ برسر روزگار لڑکوں کے رشتے درکار ہیں۔

برائے رابطہ: 0301-4722327

یثرب کی ویرانی

اوریا مقبول جان

پوری دنیا خصوصاً پاکستان کا لبرل، سیکولر اور مغرب زدہ بددیانت دانشور طبقہ جب آج کے دور کے مسلمانوں کو ذلیل ورسوا کرنا چاہتا ہے۔ انہیں احساسِ کمتری کے اندھے کنویں میں دھکیلنا چاہتا ہے تو ان کے سامنے یہودی اور خصوصاً اسرائیلی سائنسدانوں، موجدوں، محققوں، ادیبوں اور عالمی سطح کے دانشوروں کی ایک فہرست پیش کرتا ہے، جن میں لاتعداد ایسے ہوتے ہیں جنہیں نوبل پرائز جیسے عالمی انعامات ملے ہوتے ہیں اور پھر پوری مسلم امت کو شرم دلاتے ہوئے کہتا ہے کہ تم اس قوم سے لڑنے جا رہے ہو، تم میں ہمت ہے ان کا مقابلہ کرنے کی، تم ایک محتاج اور محکوم امت ہو، اس لیے تم خاموشی سے اپنی شکست تسلیم کرلو۔ یہ بددیانت، دانشور طبقہ اس مسلمان امت کو یہ نہیں بتاتا کہ اس یہودی قوم کو یہ عروج اس دن سے حاصل ہونا شروع ہوا، جب سے انہوں نے یہ فیصلہ کرلیا کہ ہم ایک خدا، ایک تورات، ایک شریعت کی بنیاد پر ایک قوم ہیں۔ ہم میں سے کوئی جرمنی میں رہتا ہو یا امریکا میں، نائیجیریا میں ہو یا فلپائن میں، وہ ایک قوم ہے اور اس کا اس ملک سے محبت کا کوئی رشتہ نہیں ہے، بلکہ اسے اس بات پر کامل ایمان اور مکمل یقین رکھنا چاہیے کہ اس نے ایک دن اس ارضِ مقدس یروشلم میں لوٹنا ہے۔ جہاں ان کا مسیحا آئے گا اور وہ ان کے لیے حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام جیسی عالمی حکومت قائم کرے گا۔ اس یقین اور ایمان کے ساتھ وہ اس بات کے لیے بھی مسلسل تیاری کر رہے ہیں کہ انہوں نے اس عالمی حکومت کے قیام کے لیے مسلمانوں سے ایک بہت بڑی عالمی جنگ لڑنی ہے۔

یہ تصور جس دن سے ان کے دماغوں میں راسخ ہوا اور انہوں نے بحیثیت قوم اس پر یقین کرتے ہوئے عملدرآمد شروع کیا۔ اس کے بعد ان کی ترقی کی منزلیں طے کرنے کی رفتار ناقابلِ یقین حد تک تیز ہوگئی۔ اس کے بعد سے آج تک انہوں نے اس عالمی حکومت کے قیام کے عقیدے کے راستے میں آنے والے ہر سیکولر، لبرل اور آزاد خیال، روشن خیال نام نہاد مذہبی سکالر کو اپنے ہاں پھٹکنے نہیں دیا۔ ان کے ہاں کوئی مرزا غلام احمد کی طرح جھوٹا مسیحا بن کر نہیں اُبھرا اور نہ ہی ان میں غلام احمد پرویز اور جاوید غامدی جیسے اسکالروں نے عزت حاصل کی، جو دلیلوں سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے کہ مسیحائی آمد کا تصور ایک جھوٹ ہے اور یہ یہودیوں کو بے عمل بنانے کی ایک سازش ہے۔ انہوں نے ثابت کیا کہ انہیں باعمل بنایا ہی اس تصور نے ہے کہ ایک دن ان کا مسیحا آئے گا اور عالمی حکومت قائم کرے گا۔ تقریباً دو ہزار سال کی غلامی اور بدترین ذلت اور محکومی کی زندگی گزارتے ہوئے یہ قوم ایک معاشرتی لعنت بن چکی تھی۔ ہر کوئی ان سے نفرت کرتا، انہیں اپنے شہروں سے دربدر کرتا، علیحدہ لباس پہننے اور گلے میں شناخت کے لیے تختی لٹکانے کو کہا جاتا۔ ملکوں ملکوں بکھری یہ ذلیل ورسوا قوم 1896ء میں ایک جگہ اکٹھی ہوئی اور انہوں نے اس تصور کے مطابق آگے بڑھنے کا ارادہ کیا جو ان کی مذہبی کتابوں میں درج تھا کہ تمہارا مسیحا آئے گا اور پھر تم پوری دنیا پر یروشلم سے حکومت کرو گے۔ آئندہ آنے والے سالوں کے لیے انہوں نے ایک ہدایت نامہ ترتیب دیا جسے Protocols of the Elders of Zion (صہیونیت کے بزرگوں کا مسودہ) کہتے ہیں۔ اس کے ٹھیک 11 سال بعد انہوں نے بالفور ڈکلیریشن کے ذریعے پوری دنیا کی قوموں سے یہ بات منوالی کہ دنیا بھر میں بسنے والے تمام یہودی ایک قوم ہیں، خواہ وہ کوئی بھی زبان بولتے ہوں یا کسی بھی نسل سے تعلق رکھتے ہوں اور ان کو ارضِ فلسطین میں آباد ہونے کا حق ہے۔ 9 نومبر 1914ء کو برطانوی کابینہ میں پہلی دفعہ صہیونیت اور پروٹوکول زیر بحث آئے اور چار دن بعد انہوں نے خلافتِ عثمانیہ سے جنگ کا اعلان کردیا۔ 21 جنوری 1915ء کو برطانوی کابینہ میں ہربرٹ سیموئل کا میمورنڈم فلسطین کا مستقبل پیش ہوا۔ اس کے بعد جدید بینکاری اور سرمایہ دارانہ نظام کے اہم ترین یہودی ستون لارڈ روتھ شیلڈ نے 21 جنوری 1917ء کو پہلا ڈرافٹ تحریر کیا۔

اگست میں بالفور نے چند لفظوں کی تبدیلی کی، وہ بھی گرائمر کی حد تک اور پھر یہ الفاظ تاریخ میں گونجے کہ برطانیہ کی حکومت فلسطین میں ایک یہودی مادرِ وطن کے قیام میں تمام کوششیں صرف کرے گی اور دنیا بھر میں بسنے والے یہودیوں کو ایک قوم تصور کرتے ہوئے وہاں بسنے کا حق ہوگا۔ اس کے بعد 1919ء میں پہلا یہودی قافلہ لندن، پیرس، برلن اور نیویارک جیسے ماڈرن شہروں میں اپنی اربوں ڈالر کی جائیدادیں اور کاروبار چھوڑ کر بحرِ طبریہ عبور کرکے حیفہ اور تل ابیب کے ریگستان میں جا کر آباد ہونے کے لیے پہنچا اور آج تک یہ سلسلہ جاری ہے۔ وہ وہاں کوئی پرتعیش زندگی گزارنے، سائنس ٹیکنالوجی کی ترقی اور علم کی پیاس بجھانے نہیں آئے بلکہ ایک سو سال سے ایک بڑی عالمی جنگ لڑنے کے لیے آرہے ہیں جو انہوں نے مسلمانوں سے لڑنی ہے اور پھر ایک ایسی سلطنت قائم کرنا ہے، جو فرات کے ساحلوں تک ہوگی۔ جس میں اردن، شام، قطر، بحرین، کویت، یو اے ای، یمن اور مدینہ تک شامل ہوں گے۔ ہر یہودی یہ خواب دیکھتا ہے اور اس کے لیے گھربار چھوڑ کر اسرائیل آجاتا ہے یا پھر جہاں کہیں بھی ہے اپنی دولت سے خطیر حصہ اسرائیل کی ترقی کے لیے، اس کے اسلحہ کی خریداری کے لیے اور اس کی معاشی بہتری کے لیے بھیجتا ہے۔ 31 سال بعد مغرب نے انہیں حیفہ اور تل ابیب کے ریگستانی علاقے پر مشتمل ملک 1948ء میں بنا کردے دیا اور اپنے قیام کے پہلے 19 سال انہوں نے ہمسایہ عربوں سے مسلسل جنگ جاری رکھی اور 1967ء میں یروشلم (بیت المقدس) پر قبضہ کرلیا۔ اس کے بعد سے لے کر آج تک مشرقِ وسطیٰ میں امن نہ آسکا۔ بالفور ڈیکلیریشن کے ٹھیک سو سال بعد آج ڈونلڈ ٹرمپ نے یروشلم (بیت المقدس) کو اسرائیل کا دارالحکومت تسلیم کرلیا۔ اس کے بعد وہی ہوگا جو بالفور ڈیکلریشن کے بعد ہوا کہ پہلے فرانس اور پھر تمام عالمی طاقتوں نے اسرائیل کے تصور کی حمایت کرنے کا اعلان کردیا تھا۔ آج کا دن سید الانبیاء ﷺ کی خبردار کرنے والی اس حدیث میں بتائی گئی پیش گوئی کے آغاز کا دن ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بیت المقدس کی آبادی مدینہ (یثرب) کی ویرانی اور یثرب کی ویرانی بڑی جنگ کا ظہور ہے۔ (ابوداؤد)

تقریباً ہر حدیث کی کتاب میں یہ درج ہے اور اسے حسن حدیث مانا جاتا ہے۔ یہ بہت اہم حدیث ہے جو آخرالزمان کے واقعات کی ترتیب بتاتی ہے جو دجال کے خروج تک جا پہنچتی ہے۔ اس وقت میں حرمِ کعبہ میں موجود ہوں جہاں ہزاروں لوگ کعبہ کا طواف کر رہے ہیں، لیکن ان میں شاید ہی کوئی یہ احساس کر رہا ہو کہ بربادی ان کے سروں پر آن پہنچی ہے۔ وہ تصور کہ آخرالزمان میں ایک یہودی عالمی حکومت بنے گی، اس نے یہودیوں کو اس مقام پر پہنچا دیا کہ وہ آج مرکزِ قوت واقتدار ہیں اور میرے ملک کا دانشور اس قوم کو آج بھی یہ درس دے رہا ہے کہ کسی مسیحا کا انتظار ایک افیون ہے جو قوم کو ناکارہ اور بے کار بنا دیتی ہے۔

ووِمن ایمپاورمنٹ؟

محمد سمیع

ملک میں جاری اجتماعی نظام میں چرکے تو ابتدا ہی سے لگتے چلے آ رہے ہیں سوائے ملک کے قیام کے اول دس سال کے، شاید اسی لیے وہ دور ہمارے دانشوروں کی تنقید کی زد میں رہتا ہے۔ حالانکہ ملک نیا نیا بنا تھا اور جمہوریت جس کو ہم نے غیروں سے مستعار لیا ہوا ہے ،اس کا اولین دور تھا۔ دس سال کا مختصر عرصہ جمہوریت کی ترقی کے لیے ناکافی تو تھا ہی لیکن تب سے آج تک اسے استحکام نصیب نہیں ہوا۔ چونکہ نظام ہم نے غیروں سے لیا ہے لہٰذا اس نظام کے علمبرداروں نے اپنا حق سمجھا کہ اسے اپنی دسترس میں رکھا جائے۔ سیاسی نظام پر چرکہ تو ملک کے پہلے مارشل لاء ہی سے لگ گیا تھا۔ اس کے بعد تو مارشل لاء لگتے رہے جس کے نتیجے میں آج تک ہمیں سیاسی استحکام نصیب نہیں ہو سکا۔ ہمیں قرضوں میں جکڑنے کے عمل کا آغاز بھی ملک کے پہلے مارشل لاء سے ہوا اور صورتحال یہ ہے کہ جہاں افراد مالیاتی اداروں سے قرضوں اور کریڈٹ کارڈز سے استفادے کے نتیجے میں مصائب سے پریشان ہیں وہاں ملک آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک سمیت دیگر عالمی مالیاتی اداروں کا اس قدر مقروض ہو چکا ہے کہ قرضوں پر سود کی ادائیگی کے لیے اسے مزید قرضے لینے پڑتے ہیں۔ یہ چرکے ہیں جو ہمارے معاشی نظام پر لگتے رہتے ہیں اور ملک ہر وقت دیوالیہ ہونے کے اندیشے میں مبتلا رہتا ہے۔ ایک ہمارا معاشرتی نظام تھا جو چرکوں کے دسترس سے دور تھا لیکن اب یہ بھی بتدریج ان چرکوں کی زد میں رہتا ہے۔

جہاں ہم مغرب سے مختلف خوبصورت سلوگنز اختیار کرتے رہتے ہیں ان میں آج کل ایک سلوگن women empowerment کا زبان زد خاص و عام ہے، یعنی عورتوں کو بااختیار بنانے کا۔ لہٰذا پارلیمنٹ، بلدیاتی اداروں اور دیگر حکومتی اور نجی کاروباری اداروں میں عورتوں کو خاصی تعداد میں کوٹا دیا جا رہا ہے۔ اس سلوگن سے پہلے مساوات مرد و زن کا نعرہ ہمارے ہاں در آمد ہوا تھا۔ اب اس کی عملی شکلیں سامنے آ رہی ہیں۔ ان کے نتائج جو سامنے آ رہے ہیں اس پر حکومت کو خواتین کے تحفظ کے لئے تاکہ انہیں جو مختلف مقامات پر Harassment کا سامنا ہے، قانون سازی بھی کرنی پڑی ہے۔ لیکن اس قانون پر کتنا عملدر آمد ہو رہا ہے، یہ حکومت کو معلوم ہے، عوام تا حال اس سے بے خبر ہیں۔

women empowerment کا یہ درخت کیا برگ و بار لا رہا ہے، اس کو سمجھنے کے لئے ہم حالیہ دو خبروں کے متن قارئین کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔ ایک تو طبقۂ اشرافیہ کے اس فرد کے حوالے سے ہے جس کا تعلق صوبائی اسمبلی سے ہے جبکہ دوسرے کا تعلق اس محکمے سے ہے جو عوام کی جان و مال اور تحفظ کا ذمہ دار ہے۔

’’حیدر آباد کی رہائشی سیما عباسی نے ارباب اختیار اور انسانی حقوق کی تنظیموں سے مطالبہ کیا ہے کہ مجھے اغوا کر کے زیادتی کا نشانہ بنانے والے با اثر ایم پی اے اور اس کے ساتھیوں کے خلاف سخت کارروائی کی جائے۔ اس نے مزید کہا کہ میں کومل نامی لڑکی کے گھر سلائی سیکھنے کے لئے جاتی تھی۔ کچھ دن قبل میری کومل سے معمولی بات پر لڑائی ہوئی۔ کومل نے مجھے دھمکی دی کہ وہ اس لڑائی کا بدلہ ضرور لے گی۔ انہوں نے مجھے با اثر ایم پی اے علی مردان شاہ کے ذریعے اغوا کروایا اور مجھے قید میں رکھ کر اجتماعی زیادتی کا نشانہ بناتے رہے۔ اس نے کہا کہ ایم پی اے علی مردان شاہ کی مدد ڈی آئی جی جاوید عالم اڈھو کر رہے ہیں۔‘‘

’’29 مارچ کو آئی جی آفس کو موصول ہونے والی درخواست میں لکھا گیا ہے کہ ہم لڑکیاں پولیس لائن ہیڈ کوارٹرز میں ڈیوٹی سر انجام دے رہی ہیں۔ لاکھوں کروڑوں مجبوریوں اور دنیا کی ستائی ہوئی ہونے کی وجہ سے ہم نے پولیس کا محکمہ جوائن کیا اور اپنے گھر اور بہن بھائیوں کو بھی چھوڑ دیا۔ ہمیں روزانہ کی بنیاد پر کئی دفعہ ہراس منٹ کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ڈی ایس پی سے لے کر ایس ایس پی تک جب بھی کوئی معاملہ درپیش ہو تو ریڈر اور آپریٹر ہمیں ایک مخصوص جگہ بتاتے ہیں کہ یہاں آ جاؤ ہم آپ کا کام بغیر پیشی کے کروا دیں گے اور ہمیں مجبوراً ایسا کرنا پڑتا ہے۔ آپ کے اہم دفاتر میں ڈی ایس پی، اس کے ریڈر اور آپریٹروں نے الگ الگ کمرے تیار کر رکھے ہیں جہاں پر ہمارے اعمال ناموں کی سماعت اپنی عزت دے کر ہوتی ہے۔ ہماری کچھ لڑکیاں جن کی عزت سے ایک اہم آفس کے ڈی ایس پی اور کچھ ریڈرز اور آپریٹر کھیلتے رہے ہیں، ان کی تصاویر اور ویڈیوز ہمارے پاس محفوظ ہیں جو کہ صرف چیف جسٹس صاحب کو ہی واٹس اپ کی جائیں گی۔‘‘

تحقیقات تو دونوں سلسلوں میں جاری ہیں لیکن نتائج کیا نکلیں گے اس کا علم تو اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ تاہم اسلامی جمہوریہ پاکستان میں women empowerment کے خوبصورت نام سے کیا کچھ ہو رہا ہے، اس کا مکمل طور پر سامنے آنا تو ممکن نہیں تاہم یہ دو واقعات بطور نمونہ ہمارے سامنے آئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے خواتین کی عزت کے تحفظ کے لئے ستر و حجاب کے احکامات دیے اور ان کو معاشرے میں بطور ماں، بیٹی، بہن جو احترام دیا ہے، مخلوط ماحول اور محافل کی ممانعت کے جو احکامات ہیں، ان کو نظر انداز کرنے کے ہی یہ نتائج ہیں۔ ہمارے دین نے معاشی ذمہ داری کا تمام تر بوجھ مرد پر ڈالا ہے جبکہ خواتین کی اصل ذمہ داری گھر کے اندر رکھی ہے۔ یعنی مرد کی غیر حاضری میں عزت و عصمت کی حفاظت اور اپنے بچوں کی اسلامی بنیادوں پر تعلیم و تربیت۔ جبکہ ہم نے بیچاری خواتین پر دہری ذمہ داری ڈال کر گھر کے نظم و نسق کو بُری طرح تباہ و برباد کر دیا اور جیسا کہ مذکورہ بالا واقعات میں معلوم ہوا کہ وہ عزت الگ گنوا بیٹھی ہیں۔ ملکی ترقی میں ان کے کردار کو اہم بنا کر پیش کیا جا رہا ہے۔ یہ وہ حربے ہیں جن کے ذریعے شیطان معاشرے میں برائی کو پھیلانے میں مصروف ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تنبیہ ہمارے سامنے موجود ہے کہ شیطان تمہارا دشمن ہے اور تم اسے اپنا دشمن ہی سمجھو لیکن ہم نے اس سے دوستی کر رکھی ہے۔ ایسے میں اللہ سے دعا ہی کی جا سکتی ہے کہ وہ ہمیں دینی تعلیمات کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے اور اسلامی نظام کے نفاذ کے دینی فریضہ کی ادائیگی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین۔ ❁❁

اعتکاف کیا ہے؟

شیخ مقصود الحسن فیضی حفظہ اللہ

رمضان المبارک اور بالخصوص اس کے آخری عشرہ کے اعمال میں سے ایک اہم عمل اعتکاف بھی ہے، رسول اللہ ﷺ ہر سال رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف کرتے تھے۔

اعتکاف کا معنی

اعتکاف کا معنی لغت میں ٹھہرنا، جمے رہنا اور کسی مقام پر اپنے آپ کو روکے رکھنا ہے، شرعی اعتکاف بھی اسی معنی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کے لیے مخصوص طریقے پر مسجد میں ٹھہرنا۔

اعتکاف کی حکمت

اعتکاف کی حقیقت یہ ہے کہ بندہ ہر طرف سے یکسو ہو کر اور دنیوی معاملات سے منقطع ہو کر بس اللہ تعالیٰ سے لو لگا کے اس کے در پے یعنی مسجد کے کسی کونے میں پڑ جائے، سب سے الگ تنہائی میں اس کی عبادت اور اس کے ذکر و فکر میں مشغول رہے، اس کو دھیان میں رکھے، اس کی تسبیح تہلیل و تقدیس میں مشغول رہے، اس کے حضور توبہ و استغفار کرے، اپنے گناہوں اور کوتاہیوں پر روئے، اس کی رضا اور قرب چاہے اور اسی حال میں اس کے دن گزریں اور اس کی راتیں بسر ہوں، ظاہر ہے اس کام کے لیے رمضان المبارک اور خاص کر اس کے آخری عشرہ سے بہتر اور کون سا وقت ہو سکتا ہے، اسی لیے اعتکاف کے لیے اس کا انتخاب کیا گیا۔

اعتکاف کا حکم

اعتکاف کی مشروعیت قرآن و حدیث اور اجماع امت سے ثابت ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ﴿١٢٥﴾﴾ ''اور ہم نے حکم کیا تھا ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ کو کہ تم دونوں میرے اس گھر کو پاک رکھو طواف کرنے والوں' اعتکاف کرنے والوں اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لیے۔'' (البقرۃ:125)

نیز روزے کے احکام کے ضمن میں فرمایا: ﴿وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِي الْمَسٰجِدِ ۭ﴾ ''اور ان سے مباشرت مت کرو جبکہ تم مسجدوں میں حالت اعتکاف میں ہو۔'' (البقرۃ:187)

متعدد حدیثیں اس سلسلے میں وارد ہیں کہ نبی کریم ﷺ رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف کرتے تھے، چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ اپنی وفات تک رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف کرتے رہے اور آپؐ کے بعد آپؐ کی ازواج مطہرات نے اعتکاف کیا۔ (صحیحین)

حتیٰ کہ امام زہری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ بڑا عجیب معاملہ ہے کہ مسلمانوں نے اعتکاف کی سنت کو چھوڑ دیا ہے حالانکہ اللہ کے رسول ﷺ جب سے مدینہ منورہ تشریف لائے آپؐ نے اعتکاف کبھی نہیں چھوڑا۔ حتیٰ کہ اپنی عمر عزیز کے آخری سال آپ ﷺ نے رمضان المبارک کے دو عشروں کا اعتکاف کیا، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ ہر رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف کرتے تھے، البتہ جس سال آپؐ کا انتقال ہوا اس سال آپؐ نے بیس دن کا اعتکاف کیا (بخاری و ابوداؤد)

ان آیتوں اور حدیثوں اور اسی طرح کی دیگر نصوص کی روشنی میں اہل سنت والجماعت کے نزدیک مرد و زن ہر ایک کے لیے اعتکاف سنت ہے بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ رمضان کے آخری عشرہ کی یہ ایک تاکیدی سنت ہے تو شاید بے جا نہ ہوگا، کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے برابر اعتکاف کیا ہے حتیٰ کہ اگر کبھی کسی وجہ سے یہ اعتکاف چھوٹ گیا تو آپؐ نے اس کی قضا کی ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اعتکاف کا ارادہ فرمایا تو ہم نے بھی آپؐ کے ساتھ اعتکاف کی اجازت چاہی، آپؐ نے مجھے اجازت دے دی تو میں نے اپنے لیے گنبد نما ایک خیمہ مسجد میں نصب کر لیا، پھر جب حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے سنا تو انہوں نے بھی اپنے لیے ایک خیمہ نصب کر لیا، اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے سنا تو انہوں نے بھی اپنے لیے ایک خیمہ نصب کر لیا، نبی کریم ﷺ نے جب چار خیموں کو دیکھا تو پوچھا یہ کیا ہے؟ آپؐ کو حقیقت حال سے آگاہ کر دیا گیا تو آپؐ نے فرمایا انہیں اس امر پر کس چیز نے اُبھارا ہے؟ کیا نیکی نے؟ لہٰذا انہیں اکھاڑ پھینکو، میں انہیں نہ دیکھوں، چنانچہ خیمے اکھاڑ دیے گئے (جن میں آپ کا خیمہ بھی تھا) آپ ﷺ نے اس رمضان میں تو اعتکاف نہیں کیا البتہ شوال کے آخری عشرے میں اس اعتکاف کی قضا کی۔ (صحیحین)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ ہر سال رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف کرتے تھے لیکن ایک سال کسی سفر کی وجہ سے اعتکاف نہ کر سکے تو آئندہ رمضان کے بیس دن کا اعتکاف کیا۔ (سنن ترمذی، صحیح ابن خزیمہ)

غیر رمضان میں اعتکاف

اللہ کے رسول ﷺ سے صرف رمضان کا اعتکاف ثابت ہے، بغیر کسی عذر کے آپؐ نے غیر رمضان میں اعتکاف نہیں کیا ہے، لیکن ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ میں نے جاہلیت میں نذر مانی تھی کہ مسجد حرام میں ایک رات کا اعتکاف کروں گا، اس کے بارے میں آپؐ کا کیا خیال ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اپنی نذر پوری کرو۔'' (صحیحین)

اس لیے غیر رمضان میں بھی اعتکاف مستحب اور سنت ہے، البتہ رمضان اور خصوصاً رمضان کے آخری عشرہ میں اس کی تاکید ہے۔

اعتکاف کی مدت

نبی کریم ﷺ نے رمضان میں کم از کم ایک عشرے کا اعتکاف کیا، اس لیے افضل و بہتر یہی ہے کہ رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف کیا جائے لیکن اگر کسی کے حالات ساتھ نہ دیتے ہوں تو وہ سات دن، پانچ دن یا صرف طاق راتوں کا اعتکاف کرے چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ صحابہؓ نے رمضان کی سات درمیانی راتوں کا اعتکاف کیا تو رسول ﷺ نے ان سے فرمایا: ''جو شخص شب قدر کو تلاش کرنا چاہتا ہے وہ آخری سات راتوں میں تلاش کرے''۔ (صحیح ابن خزیمہ)

نیز عبداللہ بن انیس الجہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ میں صحرا میں رہائش پذیر ہوں اور الحمد للہ وہاں نماز (تراویح) کا اہتمام کرتا ہوں (البتہ میں یہ چاہتا ہوں کہ شب قدر کے حصول کے لیے اعتکاف کروں تو) آپؐ مجھے کسی ایسی رات کے بارے میں بتلایئے جس رات اس مسجد میں آ کر عبادت کروں (اعتکاف کروں) تو آپ ﷺ نے فرمایا: تیئیس کی شب کو آ جانا۔

راوی حدیث محمد بن ابراہیم کہتے ہیں میں نے عبداللہ بن انیسؓ کے بیٹے سے سوال کیا کہ تمہارے والد کس طرح کرتے تھے؟انہوں نے جواب دیا کہ عصر کی نماز کے بعد مسجد نبوی میں داخل ہوجاتے اور کسی بھی غیر ضروری کام کے لیے مسجد سے باہر نہ نکلتے، یہاں تک کہ جب صبح کی نماز پڑھ لیتے تو اپنی سواری مسجد کے دروازے پر موجود پاتے اور اس پر سوار ہوکر پھر صحرا میں چلے جاتے۔ (سنن ابوداود، صحیح ابن خزیمہ)

اعتکاف کی شرطیں

1) مسلمان ہو: کافر و مشرک کا اعتکاف صحیح نہیں ہے۔

2) عاقل ہو: مجنون و پاگل کا اعتکاف صحیح نہیں ہے۔

3) تمیز ہو: غیر ممیز بچوں کا اعتکاف صحیح نہیں ہے۔

4) مسجد میں ہو: مسجد کے علاوہ کسی اور جگہ اعتکاف صحیح نہ ہوگا۔ اگرچہ یہ حکم مرد و عورت دونوں کے لیے ہے اور عورت کے لیے مسجد میں اعتکاف کرنا جائز ہے لیکن فقہاء کرام نے مکروہ لکھا ہے۔ آج کے حالات کو دیکھیں تو وجہ سمجھنا بھی مشکل نہیں ہے۔ عورت کے لیے مسجد سے افضل گھر میں اعتکاف کرنا ہے۔ نماز اعتکاف سے بہت اونچا عمل ہے اور فرض عین ہے۔ وہ بالاتفاق گھر میں پڑھنا افضل ہے۔ تو اعتکاف تو سنت ہے وہ بھی گھر میں افضل ہے۔

5) طہارت: حیض و نفاس اور جنابت کی حالت میں اعتکاف صحیح نہ ہوگا۔

6) شوہر کی اجازت کے بغیر اعتکاف صحیح نہ ہوگا۔

7) بہت سے علماء کے نزدیک بغیر روزہ کے اعتکاف صحیح نہ ہوگا۔

اعتکاف کا وقت

اعتکاف کے لیے ضروری ہے کہ جس دن کا اعتکاف کرنا چاہتا ہے اس دن کی رات آنے سے قبل مسجد میں داخل ہوجائے مثلاً اگر رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف کرنا چاہتا ہے تو بیسویں رمضان کا سورج غروب ہونے سے قبل مسجد میں داخل ہوجائے، البتہ اپنے معتکف یعنی جائے اقامت میں اکیسویں کی صبح کو داخل ہو، نبی کریم ﷺ کا یہی معمول رہا ہے، چنانچہ حضرت عائشہ ؓ بیان فرماتی ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف کرتے، میں آپؐ کے لیے ایک خیمہ نصب کردیتی جس میں آپؐ صبح کی نماز کے بعد داخل ہوتے۔ (صحیح بخاری، سنن ابوداود)

اعتکاف سے نکلنے کا وقت

اعتکاف سے باہر آنے کا ایک وقت جواز کا ہے اور دوسرا استحباب کا، جواز کا وقت یہ ہے کہ اگر رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف کیا ہے تو شوال کا چاند نکلتے ہی اپنا اعتکاف ختم کردے اور گھر واپس آجائے کیونکہ شوال کا چاند دکھائی دیتے ہی رمضان کا مہینہ ختم ہوجاتا ہے، اور مستحب وقت یہ ہے کہ عید کی صبح کو اپنی جائے اعتکاف سے باہر آئے اور سیدھے عیدگاہ جائے، بعض صحابہؓ و تابعین کا عمل یہی رہا ہے۔ چنانچہ امام مالک ؒ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے بعض اہل علم کو دیکھا ہے کہ جب وہ رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف کرتے تو اپنے گھر عید کی نماز پڑھ لینے کے بعد آتے۔ (موطا امام مالک)

امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے اسی مسلک کو اختیار کیا ہے اور بطور دلیل یہ حدیث پیش کی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے رمضان کے درمیانی عشرے کا اعتکاف کیا اور جب اکیسویں کی صبح ہوئی جس صبح کو آپ اعتکاف سے باہر آتے تھے فرمایا: ''من اعتکف معنا فلعتکف فی العشر الاوخر'' جس نے ہمارے ساتھ اعتکاف کیا ہے وہ آخری عشرے کا بھی اعتکاف کرے۔

(صحیح ابن خزیمہ، صحیح بخاری)

اعتکاف کس مسجد میں

اعتکاف ہر مسجد میں کیا جاسکتا ہے بشرطیکہ اس میں جماعت کا اہتمام ہوتا ہو، ارشاد باری تعالیٰ ہے: (وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِي الْمَسٰجِدِ) ''اور ان سے مباشرت مت کرو جبکہ تم مسجدوں میں حالت اعتکاف میں ہو۔'' (البقرۃ:187)

آیت مذکورہ میں اللہ تعالیٰ نے مسجد کو عام رکھا ہے، کسی خاص قسم کی مسجد سے مقید نہیں کیا ہے، نیز حضرت عائشہ ؓ بیان فرماتی ہیں کہ اعتکاف کرنے والے کے لیے سنت طریقہ یہ ہے کہ وہ مریض کی زیارت کو جائے نہ جنازے میں شریک ہو، نہ عورت سے صحبت کرے اور نہ ہی اس سے مباشرت کرے اور نہ ہی کسی غیر ضروری کام کے لیے باہر نکلے، اور اعتکاف بغیر روزہ کے نہیں ہے اور اعتکاف اسی مسجد میں کیا جائے گا جس میں جماعت کا اہتمام ہو۔ (سنن ابوداود)

اس لیے اعتکاف کے لیے تین مسجدوں کو خاص کرنا، جیسا کہ عصر حاضر کے بعض اہل علم کا خیال ہے، صحیح نہیں ہے، کیونکہ اس سلسلے میں حضرت حذیفہ ؓ کی جو حدیث نقل کی جاتی ہے وہ ضعیف اور شاذ ہے، نیز یہ ایسا مسئلہ ہے جس پر امت کے کسی امام یا عالم نے عمل نہیں کیا ہے، اس موضوع پر ایک مختصر اور جامع بحث مختصر قیام رمضان از علامہ البانی ؒ کے ترجمے میں دیکھی جاسکتی ہے۔

بقیہ: علم و عمل

ساتوں آسمانوں وزمینوں کو پیدا کرنے والا خود عطا کرے گا یا وہ خود اس کا بدلہ ہے۔ روزہ میں عموماً ریا کا پہلو دیگر اعمال کے مقابلہ میں کم ہوتا ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے روزہ کو اپنی طرف منسوب کرکے فرمایا الصَّوْمُ لِی روزہ میرے لیے ہے۔

لہٰذا ہمیں ماہ رمضان کی قدر کرنی چاہئے کہ دن میں روزہ رکھیں، پنج وقتہ نماز کی پابندی کریں کیونکہ ایمان کے بعد سب سے زیادہ تاکید قرآن وحدیث میں نماز کے متعلق وارد ہوئی ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی آخری وصیت بھی نماز کے اہتمام کی ہی ہے۔ کل قیامت کے دن سب سے پہلا سوال نماز ہی کے متعلق ہوگا۔ نماز تراویح پڑھیں اور اگر موقع مل جائے تو چند رکعات رات کے آخری حصہ میں بھی ادا کرلیں۔ فرض نمازوں کے علاوہ نماز تہجد کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنے قرآن کریم میں متعدد مرتبہ فرمایا ہے۔

رمضان کے آخری عشرہ میں تہجد پڑھنے کا اہتمام کریں، کیونکہ حضور اکرم ﷺ کے اقوال و افعال کی روشنی میں امت مسلمہ کا اتفاق ہے کہ لیلۃ القدر رمضان کے آخری عشرہ میں پائی جاتی ہے۔ جس میں عبادت کرنے کو اللہ تعالیٰ نے ہزار مہینوں یعنی پوری زندگی کی عبادت سے زیادہ افضل قرار دیا ہے۔ اسی اہم رات کی عبادت کو حاصل کرنے کے لیے 2 ہجری میں رمضان کے روزے کی فرضیت کے بعد سے حضور اکرم ﷺ ہمیشہ آخری عشرہ کا اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس مبارک ماہ کی قدر کرنے والا بنائے اور شب قدر میں عبادت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

جس طرح ہم روزہ میں کھانے پینے اور جنسی شہوت کے کاموں سے اللہ تعالیٰ کے حکم کی وجہ سے رکے رہتے ہیں اسی طرح ہماری پوری زندگی اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق ہونی چاہئے، ہماری روزی روٹی اور ہمارا لباس حلال ہو، ہماری زندگی کا طریقہ حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرامؓ والا ہوتا کہ ہماری روح ہمارے جسم سے اس حال میں جدا ہو کہ ہمیں، ہمارے والدین اور سارے انس وجن کا پیدا کرنے والا ہم سے راضی وخوش ہو۔ دار فانی سے دار بقا کی طرف کوچ کے وقت اگر ہمارا مولا ہم سے راضی وخوش ہے تو ان شاء اللہ ہمیشہ ہمیشہ کی کامیابی ہمارے لیے مقدر ہوگی کہ اس کے بعد کبھی بھی ناکامی نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس ماہ مبارک میں زیادہ سے زیادہ اپنی عبادت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور رمضان کے صیام وقیام اور تمام اعمال صالحہ کو قبول فرمائے۔ رمضان کے بعد بھی منکرات سے بچ کر احکام خداوندی کے مطابق یہ فانی وعارضی زندگی گزارنے والا بنائے۔ آمین ثم آمین۔

Trump Cancels the North Korea-US Summit.

Pyongyang Wants "Bilateral Denuclearization"

By Samah Jabr

Coming weeks ahead of the scheduled summit alone surprised. Time and again it's clear. Washington virtually never negotiates in good faith – or pre-negotiates, as the pullout shows. Rare exceptions prove the rule.

If Kim Jong-un/Trump talks are held at a later date and/or different location than Singapore, the DPRK can expect nothing positive short-or-long term.

Its government was betrayed before. Surely it would happen again, especially with hostile hardline neocon extremists infesting Washington – wanting all sovereign independent governments transformed into US vassal states.

Before pulling out of the summit, Trump said cancellation "could very well happen. Whatever it is, we'll know next week about Singapore." He didn't wait. We know now.

According to North Korean First Deputy Foreign Minister Kim Kye-gwan before Trump's pullout, summit talks may not happen if Washington demands unilateral denuclearization, adding:

> "If the US president's administration is interested in improving North Korean-US relations, we will respond positively to a summit proposal" – otherwise not.
>
> "The United States is talking about providing us with economic benefits if we give up nuclear weapons. We never expected the US to build the (our) economy and will never accept such a deal in the future."

Pyongyang is justifiably infuriated over Mike Pence's hostile Monday comments, saying:

> "(y)ou know, as the president made clear, this will only end like the Libyan model ended if Kim Jong-un doesn't make a deal."

DPRK Foreign Affairs Vice Minister Choe Son-hui responded, saying:

> "what a political dummy he is, trying to compare the DPRK, a nuclear weapon state, to Libya that had simply installed a few items of equipment and fiddled around with them," adding:
>
> "I cannot suppress my surprise at such ignorant and stupid remarks gushing out from the mouth of the US vice-president."
>
> "We will neither beg the US for dialogue nor take the trouble to persuade them if they do not want to sit together with us."
>
> "Whether the US will meet us at a meeting room or encounter us at nuclear-to-nuclear showdown is entirely dependent upon the decision and behavior of the United States."

Choe said she'd recommend that Kim cancel the summit if the Trump administration "clings to unlawful and outrageous acts." It's how Washington always operates.

Mike Pompeo has said that the talks were still on as scheduled. White House deputy chief of staff Joe Hagin and deputy national security advisor Mira Ricardel headed to Singapore for meetings with their DPRK counterparts to discuss summit details.

If held instead of cancelled, North Korea surely

knows it's dealing with a duplicitous regime – hostile to the DPRK since the late 1940s.

Its promises are made to be broken, a lesson learned by all countries dealing with America sooner or later.

Washington doesn't negotiate. It demands, offering nothing in return but empty pledges – proved repeatedly time and again.

In the most recent testimony before House Foreign Affairs Committee members, Mike Pompeo vowed US pressure on North Korea "will not change until we see credible steps taken toward the complete, verifiable, and irreversible de-nuclearization of the Korean peninsula," adding:

> "We are clear-eyed about (DPRK) history. It's time to solve this once and for all. A bad deal is not an option…If the right deal is not on the table (meaning DPRK capitulation to US demands), we will respectfully walk away" – adding Kim was offered "zero concessions."

His remarks and America's long history of bad faith virtually assures nothing positive for North Korea short or longer-term if talks are rescheduled for later – whatever positive spin is reported if they take place.

Hegemons can never be trusted. Washington proved this cardinal rule time and again.

This time is not different. Believing it's possible is dangerously foolhardy.

North Korea is well aware of the kind of regime it's dealing with – one that can never be trusted.

Agreeing to a summit and then pulling out is its latest bad faith example – no doubt because the DPRK won't unilaterally surrender to outrageous US demands.

Finally, by letter to Kim Jong-un, cancelling the June summit, Trump blamed him, not his regime for the pullout saying:

> "(B)ased on the tremendous anger and open hostility displayed in your most recent statement, I feel it is inappropriate at this time, to have this long-planned meeting."

He said nothing about his own earlier threatening comments, nor recent ones by John Bolton on Fox News and Mike Pompeo in House committee testimony Wednesday – bearing full responsibility for North Korea's justifiable remarks.

<u>Source</u>: Global Research, May 25, 2018

<u>Note</u>: *The editorial board of Nida e Khilafat may not agree with all information provided, analysis made and conclusions drawn in the article.*

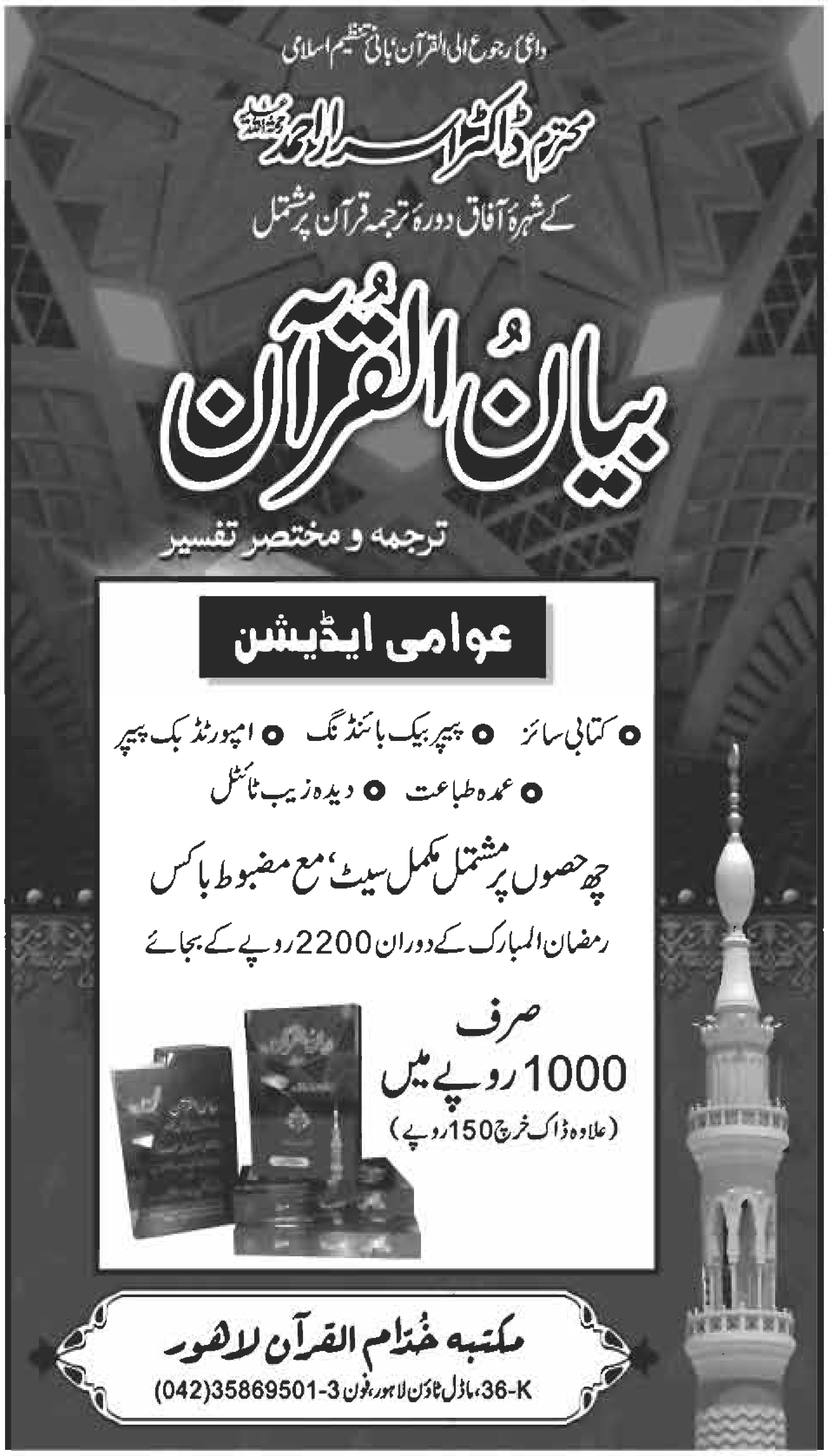

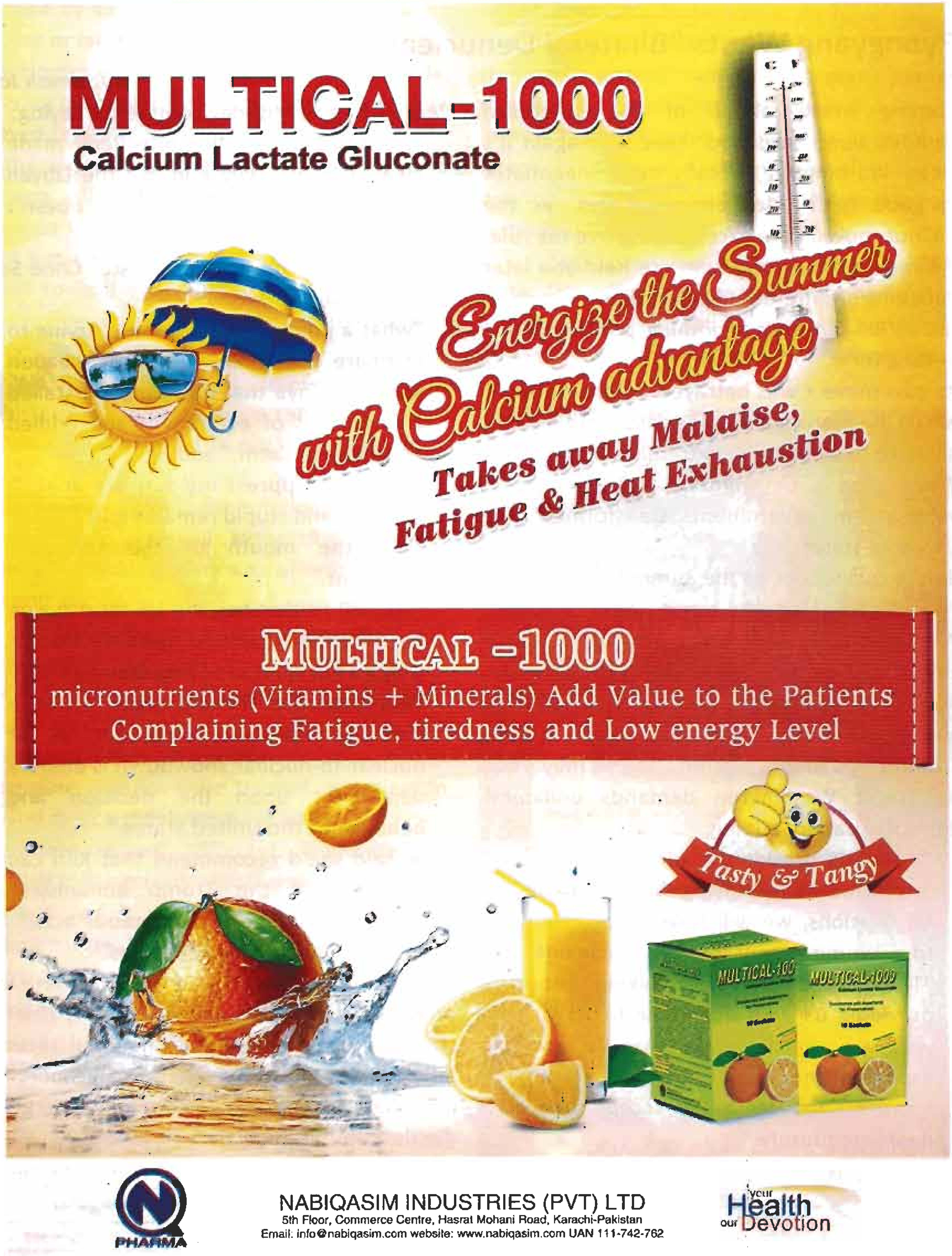
MULTICAL-1000
Calcium Lactate Gluconate
Energize the Summer
with Calcium advantage
Takes away Malaise,
Fatigue & Heat Exhaustion
MULTICAL -1000
micronutrients (Vitamins + Minerals) Add Value to the Patients
Complaining Fatigue, tiredness and Low energy Level
Tasty & Tangy
MULTICAL-1000
PHARMA
NABIQASIM INDUSTRIES (PVT) LTD
5th Floor, Commerce Centre, Hasrat Mohani Road, Karachi-Pakistan
Email: info@nabiqasim.com website: www.nabiqasim.com UAN 111-742-762
your Health our Devotion